

٤٢

هفتاد و نه

لاهور

معارف

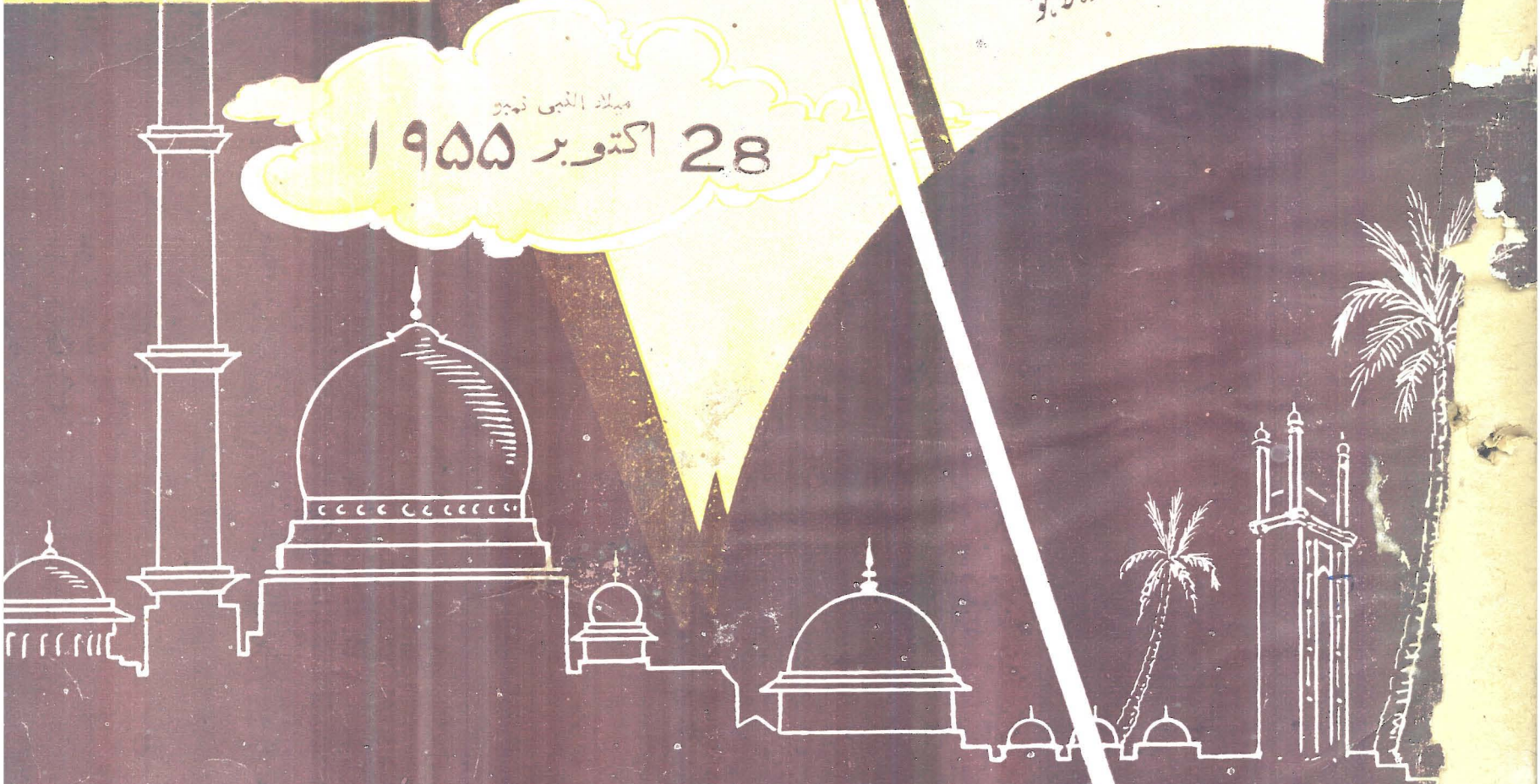
زیر نگرانی و سرپرستی

شیخ نقیہ حضرت مولانا محمد علی

شیراورد و ازہ لایو

میلاد النبی نمبر

28 اکتوبر 1955



یک از مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور

Printed

خطبہ جمعہ

۱۳۵۵ھ
۲۲ ربیع الاول مطابق ۲۱ اکتوبر ۱۹۵۵ء

حضور انور کی ولادت

از جناب شیخ تفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب خطیب جامع مسجد شہداء الاولیاء

برادران اسلام!

ماہ ربیع الاول مسلمانوں کے لئے ایک خاص اہمیت کا مہینہ ہے۔ اسی ماہ میں سید المرسلین خاتم النبیین رحمۃ اللعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت باسعادت بروز دو شنبہ ۱۲ ربیع الاول ۱۲۵۵ھ عام الفیل مطابق ۲۲ اپریل ۱۸۳۷ء مکہ معظمہ میں بعد از صبح صادق قبل از طلوع آفتاب ہوئی۔ حضور انور کی پیدائش سے پہلے والد بزرگوار کا انتقال ہو گیا تھا۔ حضور انور کے دادا عبدالطلب اپنے ۲۴ سالہ نوجوان بیٹے فرزند عبداللہ کی اس یادگار کے پیدا ہونے کی خبر سنتے ہی گھر میں آئے۔ اور بچے کو خانہ کعبہ میں لے گئے۔ اور دعا مانگ کر وہیں لائے۔ ساتویں دن عقیقہ کیا۔ اور تمام قریش کو دعوت دی۔ دعوت کھا کر لوگوں نے سوال کیا۔ کہ آپ نے بچے کا نام کیا رکھا ہے؟ عبدالطلب نے کہا ”محمد“ لوگوں نے تعجب سے پوچھا۔ کہ آپ نے اپنے خاندان کے سب رتبہ ناموں کو چھوڑ کر یہ نام کیوں رکھا۔ کہا میں چاہتا ہوں۔ کہ میرا بچہ دنیا بھر کی تشریف کشا نمایاں قرار دیا جائے۔

ایام رضاعت

مکہ معظمہ کے شرفاء کا یہ دستور تھا۔ کہ اپنے بچوں کو جب وہ آٹھ دن کے ہو جاتے تھے۔ دودھ پلانے والیوں کے سپرد کر کے کسی اچھی آٹھ ہوا کے مقام پر باہر بھیجا کرتے تھے۔ اسی دستور کے موافق حضور انور کو بھی علیہ سعیدہ کے سپرد کر دیا گیا۔ ۱۰ برس کے بعد آپ کا دودھ چھڑایا گیا۔

والدہ محترمہ کا انتقال

جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر چار برس کی ہوئی۔ تو والدہ محترمہ نے حضور کو اپنے پاس

رکھ لیا۔ جب حضور کی عمر چھ برس کی ہوئی تو والدہ محترمہ کا انتقال ہو گیا۔ اور دادا نے آپ کی پرورش اپنے ذمہ لے لی۔

دادا کا انتقال

جب آنحضرت کی عمر آٹھ برس دس دن کی ہوئی تو آپ کے دادا عبدالطلب نے ۸۲ برس کی عمر میں وفات پائی۔ تو آپ کے چچا ابوطالب نے آپ کی تربیت اپنے ذمہ لے لی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح

جب حضور جوان ہوئے تو آپ کو تجارت کرنے کا خیال آیا۔ مگر ذاتی سرمایہ نہیں تھا۔ جس سے تجارت کر سکیں۔ مکہ معظمہ میں تشریف خاندان کی ایک بیوہ عورت خدیجہ بنت خویلد تھیں۔ وہ بہت مالدار تھیں۔ اور اپنے روپیہ سے تجارت کراتی رہتی تھیں۔ اس نے حضور سے خود درخواست کی۔ کہ اس کے روپیہ سے تجارت کریں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کا مال لے کر تجارت کو تشریف لے گئے۔ اس تجارت میں بہت نفع ہوا۔ اس سفر میں حضرت خدیجہ کا غلام میسرہ بھی ساتھ تھا۔ اس نے حضرت خدیجہ کو سفر کے تمام حالات سنائے اور آپ کے تمام محاسن اور جو خوبیاں سفر میں دیکھی تھیں وہ سب حضرت خدیجہ کے گوش گزار کیں۔ ان اوصاف حمیدہ کو سن کر خدیجہ نے درخواست کر کے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکاح کر لیا۔ نکاح کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر ۲۵ سال تھی۔ اور خدیجہ کی عمر ۴۰ سال کی تھی۔ آنحضرت کے نکاح میں وہ ۲۵ سال زندہ رہی تھیں۔

قبل از بعثت حضور کا حرام

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حمیدہ اور صفات محمودہ کی بناء پر آپ کو نام مبارک سے لوگ نہیں پکارتے تھے بلکہ الصداق یا الامین

کہہ کر پکارتے تھے۔

آپ نے دانشمندی بہت اختیار کر لی

خانہ کعبہ کی دیواریں سیلاب کے باعث پھٹ گئی تھیں۔ اس سے اس کی تعمیر شدہ کی گئی تھیں سبھی شامل تھے۔ جب حجر اسود کے رکھنے کا موقعہ آیا۔ تو سخت اختلاف ہو گیا۔ ہر شخص یہی چاہتا تھا۔ کہ یہ کام اس کے ہاتھ سے منجما ہو۔ چار دن تک یہی جھگڑا ہوتا رہا۔ بالآخر ابو امیہ بن مغیرہ جو قریش میں سے سب سے بڑی عمر والا تھا اس نے یہ رائے دی۔ کہ کسی کو حکم نہ کر فیصلہ کر لو۔ اس کی اس رائے کو تسلیم کر لیا گیا اور یہ طے ہوا کہ اب جو شخص سب سے حرم میں آئے گا اسی کو حکم دینا جائے گا۔ حسن اتفاق کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے تشریف لائے۔ آپ کو دیکھتے ہی ہذا الامین سے جھینکا کے نعرے لگ گئے۔ کہ آپ کے فیصلہ پر راضی ہیں۔

رفخ ختم کی صورت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک درجہ پائی اس پر اپنے ہاتھ سے حجر اسود کو رکھ دیا۔ پھر ہر ایک قبیلے کے سرنار کو کہا کہ چادر کو پکڑ کر اٹھائیں۔ اسی طرح اس پتھر کو اپنے مقام پر لائے۔ آنحضرت نے پھر اسے اٹھا کر اپنے مقام پر رکھ دیا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دانشمندی سے ایک فرخ ختم جنگ سے قوم کو بچا لیا۔

نبوت کے عہد میں حکم امتداد

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک کے چالیس برس تمام ہو گئے۔ ان کا ایک ہی دن زادہ ہوا۔ تو ۱۲ ربیع الاول مطابق ۱۲ جنوری ۱۲۵۵ھ بروز دو شنبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے منصب نبوت کی اطلاع لے کر حضور انور کی خدمت میں تشریف لائے۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا میں تشریف فرما تھے۔

پہلا سبق

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلا سبق یہ

پڑھایا:-

اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ
الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ عَلَّمَكَ الْحَقَّ وَالْكَافُورَ

(باقی صفحہ ۳)

ایڈیٹس
عبدالمنان چوہان

خدا مرادیں

خدا ہی مختار

سالانہ
ششماہی
فیبرچہ

جلد ۱ | بروز جمعہ ۱۲ ربیع الاول ۱۴۳۷ھ مطابق ۲۸ اکتوبر ۱۹۵۵ء | شنبہ ۲۴

عید میلاد کا بیغ کام

یا صاحب الجہاں یا سید البشر من بہک المنیر لعلہ نور العظم
لا یکن الثناء کا کان حقہ بعد از خدا بزرگ نی قصہ مختصر

کل ۱۲ ربیع الاول ہے۔ اُس دن آج سے ۲۸ سال قبل انسانیت کے محسن اعظم سرور کائنات خیر مہجرات صلی اللہ علیہ وسلم اس جہاں رنگ و بو میں جلوہ افروز ہوئے۔ یہ سعادت قریش کے ایک گہرائے اور مشہور مکہ معظمہ کو ایسی ہوئی۔ آپ کی ولادت با سعادت کے وقت ساری دنیا عموماً اور ملک عرب خصوصاً ہر قسم کی اخلاقی اور روحانی بیماریوں میں مبتلا تھا۔ عرب و عجم اپنی باطنی کے باعث غضب الہی کے مورد بنے ہوئے تھے۔ یکایک ارحم الراحمین کی شان رحیمی نے جو من لہا اور دنیا کے لئے رحمت کا سامان پیدا کر دیا۔ سنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جسبہ رحمت بنا کر بھرا دیا۔ انسانیت کی نائڈ ڈوبنے کے قریب تھی۔ مگر رحمتہ للعالمین کی ولادت نے اس کو ایک دفعہ پھر سنبھلنے کا موقعہ دیا۔

دہاؤ نہ بیڑے کو موج بلا کا
ادھر سے ادھر پھر گیا رخ ہوا کا
سرکارِ مدینہ کی زندگی کا ایک ایک دقیق محفوظ
اور امت مسلمہ کے لئے خصوصاً اور بنی نوع انسان کے لئے عموماً واجب العمل نمونہ ہے۔ اگر آپ کی ولادت با سعادت کا دن منانے میں امت کے لئے کوئی خاص چیز ہوتی تو آپ اپنی حیوۃ طیبہ میں ہی اس کو منا کر دکھا دیتے یا آپ کے وصال کے بعد صحابہ کرام جن کے سینے عشق نبوی سے بھر پور تھے وہ ہی آپ کا یوم ولادت منا کر ہمارے لیے رہنمائی کا سامان مہیا کر دیتے۔ مگر نہ خود حضور اور نہ صحابہ کرام نے عید میلاد النبی کے موقع پر کوئی بیش منایا۔ موجودہ زمانہ کی طرح اس

وقت قیصر و کسریٰ موجود تھے۔ اور بھی بڑے بڑے آدمی ہوں گے۔ جن سب کے یوم ولادت منائے جاتے ہوں گے۔ سرکارِ مدینہ ہر لحاظ سے ان سب سے زیادہ قابل عزت و احترام تھے۔ مکہ معظمہ میں نہ سہی مدینہ منورہ میں تو آپ کے ہزاروں فدائی موجود تھے جو آپ کے اہل کے اشارہ پر تن من وھن سب کچھ قربان کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ کیا وہ آپ کا یوم ولادت نہیں منا سکتے تھے۔ معلوم ہوا کہ یہ فعل مشیت الہی کے خلاف تھا۔ پھر لطف یہ ہے کہ ۱۲ ربیع الاول آپ کے وصال کا بھی دن ہے۔ نہ خلفائے راشدین نے اپنے زمانہ میں اور نہ بعد میں صحابہ - تابعین اور تبع تابعین نے آپ کا یوم وصال ہی منایا۔ حضرت عمرؓ آپ کے وصال کے وقت از خود رفته ثوار سونے مسجد نبوی میں یہ زما رہے تھے کہ جو یہ کہے گا کہ محمدؐ کا وصال ہو گیا میں اس کا سر قلم کر دوں گا۔ کیا اس قسم کے عاشق رسولؐ اپنی خلافت کے زمانہ میں جب قیصر و کسریٰ کی دولت ان کے قدموں میں تھی۔ آپ کا یوم وصال نہایت شان و شوکت سے نہ منا سکتے تھے۔ ان کے ہاں تو عشق اور اتباع نبویؐ دو مترادف چیزیں تھیں۔ ہم نے عشق کے زبانی دعووں اور اتباع نبویؐ کو دو مختلف چیزیں بنا دیا ہے۔ ہمیں تفاوت راہ انکجا است تا بجای عید میلاد ہر سال ہمارے لئے اتباع نبویؐ کا پیغام لے کر آتی ہے۔ مگر ہم اس کو سن کر ان منا کر دیتے ہیں۔ ان حالات میں ہماری ظاہری خوشیوں کی نہ اللہ اور نہ اس کے محبوب کے ہاں کوئی قدر و قیمت ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نہ تمہاری مہورتوں اور نہ مالوں کو دیکھتا ہے۔ ان کی نظر اول دل اور پھر اعمال پر پڑتی ہے۔ اگر دل میں عشق رسولؐ نہیں اور اعمال میں اتباع نبویؐ کا رنگ نہیں تو ہماری ان نمائندگی تقریبوں کی ان کے ہاں کوئی قیمت نہیں۔ آئیے ہم اس مبارک موقع پر اپنے دل میں بختہ عہد کریں کہ ائمہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو زندہ کرنے کے لئے ہر ممکن کوشش کریں گے۔ اس کے بعد فیضہ تعالیٰ ہمارے اندر روحانی انقلاب رونما ہوگا (باقی ص ۱۱ پر)

یہ تقریباً ۱۲ سال پہلے لکھی گئی تھی

دنیا کی سالگرہ

(آنجناب ابوالحسن علی صاحب سندوی)

ہر ایک کو اپنی سالگرہ عزیز ہے۔ ہماری اس موجودہ دنیا کی بھی ایک سالگرہ ہے اور وہ آج کا مبارک دن ہے!

یوں تو اس دنیا کی عمر بہت متلائی جاتی ہے مگر یہ دنیا کئی بار سو کر جاگی ہے اور مر کر زندہ ہوئی ہے۔ آخری بار جب یہ موت کی نیند سے بیدار ہوئی اور اس نے عقل و ہوش کی آنکھیں کھولیں۔ وہ وہ دن تھا۔ جب مکہ کے سردار عبدالمطلب کے گھر پوتا پیدا ہوا وہ پیدا ہوا تو یتیم تھا۔ مگر اُس نے پوری انسانیت کی سرپرستی کی اور دنیا کو نئی زندگی بخشی، سوتے میں جو عمر کٹی وہ کیا عمر ہے؟ خود کشی میں جو وقت گزرا وہ کیا زندگی ہے؟ اس لئے سچ پوچھتے تو موجودہ دنیا کے کام کی عمر چودہ سو برس سے زائد نہیں۔

چھٹی صدی مسیحی میں انسانیت کی گاڑی ایک ڈھلوان راستے پر پڑ گئی تھی اندھیرا پھیلنا جا رہا تھا۔ راستے کا نشیب بڑھنا جا رہا تھا۔ اندر رفتار تیز ہوتی جا رہی تھی۔ اس گاڑی پر انسانیت کا پورا قافلہ اور آدم کا سارا کنبہ سوار تھا ہزاروں برس کی تہذیبیں اور لاکھوں انسانوں کی محنتیں تھیں۔ گاڑی کے سوار مٹی کی نیند سو رہے تھے۔ یا زیدہ اور اچھی جگہ حاصل کرنے کے لئے دست و گریباں تھے، کچھ تنگ مزاج تھے۔ جو جب ساتھیوں سے رہتے تھے تو ایک طرف سے دوسری طرف منہ پھیر کر بیٹھ جاتے۔ کچھ ایسے جو اپنے جیسے لوگوں پر حکم چلائے۔ کچھ کھانے پکانے میں مشغول تھے، کچھ گانے بجانے میں مصروف، مگر کوئی یہ نہ دیکھتا کہ گاڑی کس رخ کی طرف جا رہی ہے اور وہ اب کتنا قریب رہ گیا ہے۔

انسانیت کا جسم زوتا زہ تھا مگر دل نہ تھا، دماغ تھا مگر ہوا، ضمیر بے حس و مردہ، تضحیل ڈوب رہی تھیں اور آنکھیں پھلنے والی تھیں۔ ایمان و یقین کی دولت سے محروم تھا یہ انسانیت محروم ہو چکی تھی پورے پورے ملک میں ڈھونڈ رہے تھے ایک صاحب یقین نہ ملتا، تو ہمت کا ساری دنیا پر قبضہ تھا۔ انسانیت نے اپنے کو خود ذلیل کیا تھا، انسان نے اپنے غلاموں اور چاکروں کے سامنے سر جھکا دیا تھا۔ ایک خدا کے سوا سب کے سامنے اس کو جھکنا منظور تھا، حرام اس کے منہ کو کھل گیا تھا۔

شراب اسکی گھٹی میں گویا پڑی تھی
جہاں اس کی دل رات کی دل لگی تھی

بادشاہ دوسروں کے خون پر پلنے لگے تھے اور بستیوں اُجاڑ کر لیتے تھے۔ ان کے کتے مروج کرتے اور انسان دانہ دانہ کو ترستے زندگی کا معیار اتنا بلند ہو گیا تھا کہ جتنا دیکھتا تھا جو اس معیار پر پورا نہ آتا۔ وہ جانور سمجھا جاتا تھا۔ نئے نئے ٹیکسوں سے کسانوں اور شکاریوں کی کرچکی اور گردن لٹائی جاتی تھی۔ لڑائی اور بات کی بات میں ملکوں کی صفائی اور قوموں کی تباہی ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ سب زندگی کی فکر میں گر تھار اور ظلم و زیادتی سے زار و زور تھے۔ پورے پورے ملک میں ایک اللہ کا بندہ ایسا نہ ملتا جس کو اپنے پیدا کرنے والے کی رضا مندی کی فکر ہو یا راستے کی سچی تلاش ہو، غرض یہ نام کی زندگی تھی۔ مگر حقیقت میں ایک وسیع اور طویل خود کشی۔

دنیا کی اصلاح انسانوں کے بس سے باہر تھی، پانی سر سے اُنچا ہو گیا تھا۔ معاملہ ایک ملک کی آزادی اور ایک قوم کی ترقی کا نہ تھا۔ معاملہ پوری انسانیت کی موت اور زندگی کا تھا۔ سوال کسی ایک خرابی کا نہ تھا انسانیت کا بدن داغ داغ تھا۔ اور دامن تار تار اصلاح کے لئے جو لوگ آگے بڑھے وہ یہ کہہ کر پیچھے ہٹ گئے کہ: ع

”تیرے دل میں تو بہت کام رہو کا نکلا“
فلسفی اور حکیم شاعر اور ادیب کوئی اس میدان کا رُ نہ نکلا۔ سب اس وبا کا شکار تھے، مرتضیٰ، مرتضیٰ کا علاج کس طرح کرے؟ جو خود یقین سے خالی ہو، وہ دوسرے کو کس طرح یقین سے بھروسے؟ جو خود پیاسا ہو، وہ دوسرے کی پیاس کس طرح بجھائے؟ انسانیت کی قسمت پر بھاری قفل پڑا تھا اور کبھی کم تھی، زندگی کی دور الحجہ کبھی تھی اور سرائے نہ تھا۔

اس دنیا کے مالک کو اپنے گھر کا یہ نقشہ پسند نہ تھا۔ آخر کار اس نے عرب کی آزاد اور سادہ قوم میں جو فطرت سے قریب تھی ایک پیغمبر بھیجا کہ پیغمبر کے سوا اب اس بگڑی دنیا کو کوئی بنا نہیں سکتا تھا اس پیغمبر کا نام نامی محمد بن عبد اللہ ہے۔ اللہ کے لاکھوں سلام و درود ہوں اُن پر۔

زبان پر بارش آئی یہ کس کا نام آیا
کہ میرے وطن نے بوسہ میری باں لے لے

اس زندگی کی ہر چیز سلامت تھی مگر بے جگر و بے فتنہ زندگی کا ہیٹھ گھوم رہا تھا۔ مگر غلط رخ پر۔ اصل خوابی یہ تھی کہ زندگی کی چول کھسک گئی تھی اور ساری خوابی اسی کی تھی۔ یہ چول کیا تھی؟ اپنے اور اس دنیا کے بنائے: اسے کا صحیح علم، اس کی ہندگی اور تابعداری کا فیصلہ اس کے پیغمبروں کو ماننا اور ان کی ہدایت و تعلیم کے مطابق زندگی بسر کرنا اور دوسری زندگی کا یقین۔ انہوں نے اس زندگی کی چول بٹھا دی مگر اپنی زندگی اور اپنے خاندان کی زندگی کو خطرے میں ڈال کر اور اپنا سب کچھ قربان کر کے انہوں نے اس مقصد کے خاطر بادشاہی کا تاج ٹھکرایا۔ دولت اور عیش کی بڑی سے بڑی مشکیش کو نا منظور کیا۔ محبوب وطن کو چھوڑا۔ ساری عمر بے آرام رہے۔ پیٹ پر پتھر باندھے، کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہ کھایا۔ گھر والوں کو فقر و فاقہ میں شریک رکھا دنیا کی ہر قربانی میں ہر خطرے میں پیش پیش اور ہر فائدہ اور ہر لذت سے دُور دُور، لیکن دنیا سے اس وقت تک تشریف نہ لے گئے جب تک کہ دنیا کو صحیح رخ پر نہ ڈال دیا۔ اور تاریخ کا دھارا نہ بدل دیا۔

تین سو برس میں دنیا کا رخ پلٹ گیا دنیا کا ضمیر جاگ گیا، نیکی کا رجحان پیدا ہو گیا۔ اچھے برے کی تمیز ہونے لگی۔ خدا کی بندگی کا راستہ کھل گیا انسان کو انسان کے سامنے اور اپنے غلاموں کے سامنے جھکے میں شرم محسوس ہونے لگی۔ اُونچ نیچ دور ہوئی قومی و نسلی غرور ٹوٹا، غور توں کو حقوق ملے، کمزوروں و سیکسوں کی ڈھارس بندھی غرض دیکھتے دیکھتے دنیا بدل گئی۔ جہاں پورے پورے ملک میں ایک خدا سے ڈرنا اور نظر نہ آنا وہ لاکھوں کی تعداد میں ایسے انسان پیدا ہو گئے جو ابھی سے خدا سے ڈرنا بولے تھے جو یقین کی دولت سے غلام تھے جو جینے کیساتھ لڑنا کرتے تھے جو حق کے معاملے میں اپنی اولیٰ کی پروا نہ کرتے جو اپنے خلاف گواہی دینے کے لئے تیار رہتے جو دوسروں کے آرام کے خاطر مصیبت برداشت کرتے جو کمزور کو طاقتور پر ترجیح دیتے۔ رات کے عبادت گزاروں کے شہسوار دولت، حکومت، طاقت، خواہشات سب پر حکم سب پر غلبہ صرف ایک اللہ کے حکم صرف ایک اللہ کے غلام انہوں نے اس دنیا کو علم و یقین، امن، تہذیب و روحانیت اور خدا کے ذکر سے بھر دیا۔

زمانے کی رت بدل گئی۔ انسان کی بدلا جہاں بدل گیا۔ زمین و آسمان بدل گئے۔ یہ سارا الطاف اسی تلخمر کی کوشش اور تعلیم کا نتیجہ ہے۔ آدم کی اولاد پر آدم کے کسی فرزند کا ایسا اثر نہیں جیسا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا، دنیا کے انسانوں پر ہے۔ اگر اس نبی سے وہ سب لیا جائے جو محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس کو عطا کیا ہے تو انسانی تہذیب ہزاروں برس پیچھے چلی جائیگی اور اسکا اپنی زندگی کی عزیز ترین چیزوں سے محروم ہونا پڑے گا۔

آج کا دن مبارک کہیں نہ سو کہ

آج ہی کے دن دنیا کا سب سے بڑا مالک انسان پیدا ہوا

میں جس نے اس دنیا کو نیا ایمان اور نئی زندگی عطا کی۔ بہار اب جو دنیا میں آئی ہوئی ہے۔ یہ سب پورا انہیں کی لگائی ہوئی ہے

صُحْرَم

از جناب طاہر حسین صاحب طاہر

ہنگامِ سحر کعبہ کی ضیاء سبحان اللہ سبحان اللہ
اک طور کا جلوہ پیش نظر سرورہ خالی و شک و تر
احرام کی چادر زیب گلو اشکو کا تلام بہر وضو
وہ بامِ حرم پر ہر جانب انوار کی بارش پر بارش
وہ بہشتی بہشتی رحمت کی بوندیں سی برستی ہر جانب
وہ جھمکھٹ اہل ایمان کا مینارِ رحمت کیچے نیچے
وہ سنگِ اسود کی جانب اللہ الحمد کی آوازیں
وہ ملترم اقدس سے چمپٹ کر چنیں رُئے الوہی
وہ زیرِ مقام ابراہیم اک ذوق نماز شکرانہ

پر کیف ہوا پر نور فضا سبحان اللہ سبحان اللہ
ہر اک کی زباں پر صلّ علی سبحان اللہ سبحان اللہ
لبیک کی ہر اک لب پہ صد سبحان اللہ سبحان اللہ
وہ صحنِ حرم میں حمدِ خدا سبحان اللہ سبحان اللہ
وہ لطفِ خرام بادِ صبا سبحان اللہ سبحان اللہ
وہ محو طواف اربابِ وفا سبحان اللہ سبحان اللہ
وہ ذکرِ جمیل رب غلا سبحان اللہ سبحان اللہ
وہ غرق اثر ہر دل کی نما سبحان اللہ سبحان اللہ
وہ سر بہ زیں سب اہل صفا سبحان اللہ سبحان اللہ

جس نے ہمیں اس جا بلوایا اے طاہر اسکی رحمت پر
یہ دل قرباں یہ جانِ خدا سبحان اللہ سبحان اللہ

مجلسِ کرام

(مؤرخہ چودھری عبدالرحمن خان صاحب)

آج مؤرخہ ۳۰ ربیع الاول ۱۳۷۵ھ مطابق ۲۰ اکتوبر ۱۹۵۵ء کی شام کو ۱۷ دن کے بعد لاہور میں مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ صاحبِ مظلہ العالی مسجد میں تشریف لائے اور ذکر میں شمولیت فرمائی۔ ذکر کے بعد آپ نے جو تقریر فرمائی وہ تاریخِ کرام کی ضیافت طبع کے لیے درج ذیل ہے۔ آپ کی طبیعت اگرچہ اب پہلے سے بہت اچھی ہے۔ مگر کمزوری اور بائیں پہلو میں درد کی شکایت بدستور باقی ہے۔ اگرچہ درد میں پہلے سے بعضہ نقائے بہت افادہ ہے۔ تاہم کمرام سے استدعا ہے کہ اپنی دعاؤں میں حضرت کی صحت کلی و داء جل کی دعا کو ضرور شامل فرمایا کریں

انسان کی تربیت بمعنی انسان سوائے کسی ملی نگرانی نہیں ہو سکتی

انسوس! صدافسوس!

کامل ہونے کیلئے شرائط

کامل کے لئے پہلی شرط ہے کہ کتابِ سنت کا عالم ہو۔ دیوبند کا فارغ التحصیل اور مستند عالم نہ ہو۔ اتنا تو ہو کہ قرآن اور حدیث شریف کا ایک معتد بہ حصہ پڑھ چکا ہو۔ اکثر گدھی نشین عالم نہیں ہو گویا کہ سب اللہ ہی غلط ہے جن کے دلائل پر لوگ جاکر جھگڑتے ہیں انہیں کٹر عالم نہیں ہے، علم اور چیز ہے۔ ہر ایک اور چیز پر ایک متعلق قرآن و احادیث ہے۔ قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی يحبکم الله (سورہ آل عمران رکوع ۳ پارہ ۳)

ترجمہ:- (اے محمد! ان سے) فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میرا اتباع کرو اس صورت میں (اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا) اتباعِ سنت کہاں ہے۔ یہاں اتباعِ سنت کا نام کفر ہے۔ یہ ہے میرا پاکستان اور یہ ہے میرا لاہور

خج او خوشن گم است کہ راہی کند شیطان کبھی ادھر لے جاتا ہے اور کبھی ادھر لے جاتا ہے وہ انسان کی گمراہی کا اللہ تعالیٰ کو چیلنج دے کر آیا ہے فَبِعِزَّتِكَ لَا تُخَيِّمُ الْأَعْيُنُ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمْ الْمُخْلِصِينَ

(ترجمہ) تیری عزت کی قسم ہے کہ میں ان سب کو گمراہ کر دوں گا۔ سوائے ان کے جو ان میں سے تیرے خاص

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الْحَمْدُ لِلَّهِ مُحَمَّدٌ كَ وَكُنْتُمْ عَلِيٌّ وَكُنْتُمْ
وَنُورٌ مِنْ يَدِهِ وَنُورٌ كَلَّمَ عَلَيْهِ وَلَعُودُ
بِاللَّهِ مِنْ شَرِّهِ أَفْقُصًا وَرَبِّهِ
سَيِّدَاتِ أَهْمَالِنَا - مَنْ يَهْدِيَهُ اللَّهُ فَلَا
مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ أَضِلَّهُ فَلَا هَادِيَ
وَنَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ
لَا شَرِيكَ لَهُ وَنَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ
وَرَسُولُهُ

آپ بعد عرض یہ ہے کہ اگر انسان کسی کامل کو نگراں بنائے۔ تو وہ اس کی انسانیت کی تربیت کر دکھائے گا۔ ورنہ اس کے بغیر تربیت ہونی ناممکن ہے۔ اول تو کامل کا نام مشکل ہے۔ میں ہمیشہ آپ سے عرض کیا کرتا ہوں کہ موتی ملنے اڑاں لیکن اللہ ولے ملنے موتیوں سے بھی گراں ہیں۔ موتی تو کافروں کے گروں میں بھی ہوتے ہیں تقسیم سے پہلے لاہور میں کئی ہندو جوہری تھے مگر کامل جو تربیت کر سکے وہ مسلمانوں میں بھی لاکھوں میں کوئی ہو گا۔ میں ۳۷-۳۸ سال سے لاہور میں رہتا ہوں اور لاہور کو اچھی طرح سے جانتا ہوں۔ اگر کوئی بھڑے سے پوچھے کہ کوئی تربیت کرنے والا نکلاؤ۔ تو میں ایک بھی نہیں نکلا سکتا کہ وہ فلاں جگہ بیٹھا ہے۔ یہ ہماری برہمنی ہے

بندے ہوں گے (وہ میرے دام سے بچ جائیں گے) دوسری مندرجہ ہے عالم ہونا۔ ہر عالم عالم نہیں ہوتا۔ ہرکاری اسکولوں اور کالجوں کو تو جانے دیجئے۔ یہ تو علم کے کھاتے ہی سے خارج ہیں۔ علم سے مراد ہے علم الہی اور علم نبوی۔ اس علم کے عالم کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:-
فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ عَلِيٍّ أَوْ تَلْكَ
ترجمہ:- عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسی میری فضیلت تم میں سے اونے (درجے کے مسلمان پر) اس علم کا ذکر مندرجہ ذیل اشعار میں کیا گیا ہے۔
اشعار امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں۔

شَكَوْتُ إِلَى ذِكِّجٍ سُوءَ حِفْظِي
فَأَوْصَانِي إِلَى تَرْكِ الْمَعَاصِي
لِمَنْ أَلْعَانَهُ نُوْرٌ مِنَ اللَّهِ
وَلَوْ أَنَّ اللَّهَ لَا يُعْطِي لِعَاصِي

فرماتے ہیں کہ میں نے امام ذکیج ابن جراح رحمۃ اللہ علیہ سے اپنے حافظہ کی خرابی کی شکایت کی ہیں (انہوں نے مجھے گناہ ترک کرنے کی وصیت فرمائی۔ کیونکہ علم اللہ تعالیٰ کے نوروں میں سے ایک نور ہے اور اللہ تعالیٰ کا نور گنہگار کو نہیں عطا کیا جاتا۔ امام ذکیج ابن جراح رحمۃ اللہ علیہ مخرج و تدبیر میں سے ایک بہت بلند پائے کے امام ہیں۔ اور وہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے استاد تھے۔ کیا یہاں نور اللہ سے مراد نبی اے کی ذکر ہے۔ جو تقسیم سے پہلے انگریز بے ایمان گورنر دیا کرتے تھے۔ نہیں۔ نور اللہ سے مراد علم قرآن ہے۔ نبی اے ہونے کے بعد اپنے آپ کو عالم کہنے سے اللہ تعالیٰ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں آپ عالم نہیں بن جاتے۔ جس طرح ایک سیاہ فام بچے کو اگر مال کہہ دے کہ یہ میرا چاند ہے۔ تو وہ چاند یا چاند سا نہیں ہو جاتا۔

اکثر صاحبزادے علم کتاب و سنت سے بے بہر ہوتے ہیں۔ اس بے بہرگی کے باعث بعض گدھی نشینوں کی اولاد کو دیکھا گیا ہے کہ ریشمی کپڑے اور کانوں میں سونے کی بالیاں پہنتے ہیں۔ ان کو علم کی کیا ضرورت ہے؟ قبر میں جانے کے بعد غیر تعلیم یافتہ ہونے کا پتہ چلے گا۔ جب امراض روحانی پھوٹ کر باہر نکل آئیں گے۔ یہ منبعِ ہدایت سمجھے جاتے ہیں۔ اگر علم ہو تو ہدایت یافتہ ہونا بھی ضروری ہے۔ ہر عالم ہدایت یافتہ نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ چاہے تو سب کچھ کلمہ کن سے کر سکتا ہے وہ فعال کُنْ یُؤْتِيهِ لَكُنْ لیکن اس نے ہر کام کو اسباب کے ساتھ واسطہ کر دیا ہے۔ تربیت کے لئے ہادی کامل کے ہاتھ میں

ماہِ عرب کے ہلالی انوار

از ماسٹر لال دین صاحب انگریزی لائے بی ٹی شاہوٹ

تمام کائنات کا کوئی کونہ کفر و شرک کی تاریکیوں کے زیر اثر تھا۔ اقوام عالم جن کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے الہامی انوار کی صدیوں بارش کی تھی۔ انبیاء کرام کے بت بنا کر ان کی پوجا کر رہی تھیں۔ و قتالت الیہود عزیر ابن اللہ و قتالت النصری المسیح ابن اللہ (سورہ توبہ)

(گورہ یہود حضرت عزیر کو اللہ تعالیٰ کا تخت سلیمان سے اور عیسائی حضرت مسیح کو خدا تعالیٰ کا بیٹا تسلیم کرتے تھے) علاوہ انہیں بڑے بڑے علماء اور درویش غلط خدا کے حاجت روا اور مشکاکشا بنے بیٹھے تھے اور عقل کے اندھے ان سے اپنا عبودیت کا رشتہ استوار کرتے۔

اتخذوا اَحْبَادَهُمْ دِهَابًا كَمَا دِهَابًا مِنْ ذُرِّهِمْ وَ اَللّٰهُ وَ اَلْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ ط مَرْيَمُ (اپنے علماء اور درویشوں کو اور حضرت مسیح ابن مریم کو اللہ تعالیٰ کے سوا خدا ٹھہراتے تھے) مولانا حالی اپنی مستس میں ان قوموں کی امتناع پرستی کا یوں نقشہ پیش کرتے ہیں۔

کبیں آگ بجتی تھی۔ داں بے محابا کہیں تھا کو اک پرستی کا چرچا بہت سے تھے تخلیق پر دل سے خیدا بتوں کا عمل سو بسو جا بجا تھا کرشموں کا راہب کے تھا عید کوئی طلسموں میں کاہن کے تھا قید کوئی

ادھر ہندوستان میں بدوں کی تعلیم اور ہندو فلسفہ کی غلط روش نے ہرنافع اور ہننا چیز کو خدائی کا درجہ دے رکھا تھا۔ بدھ کی تعلیم اگرچہ نرم تھی۔ مگر اس کے اصول بشری فطرت کے طبعی تقاضوں کو یکسر کھینچنے پر آمادہ تھے۔ اور سرزمینوں کا کیا ذکر خود مکہ معظمہ کی ارض مقدس پر شرک و کفر کے علمبرداروں کی چیرہ دستیال اس حارتک پہنچ چکی تھیں کہ حضرت خلیل اللہ اور ذبیح اللہ کا بنایا ہوا بیت اللہ تین سو ساٹھ معبودان باطل کا ٹھکانہ قرار دیا ہوا تھا۔ المختصر عام انسانوں کی نسبت بتوں کی تعداد زیادہ تھی۔ اور شیطان لعین حضرت آدم کے خلاف اپنی انتقامی کارروائیوں کو کامیاب دیکھ کر شادان و خندان تھا۔ کیونکہ اس کو اپنی آخری فتح کا یقین ہو چکا تھا۔

اعتقادی لپٹی کا ذکر الگ تھا اور اخلاقی گراؤ کا ڈھانچا تھا۔ ہر جگہ سفاکی اور بد اخلاقی کا دور دورہ تھا۔ آدم زادگان میں درندوں کی صفات پیدا ہو چکی تھیں۔ مذہبی پیشوا حقیقت میں سب سے زیادہ خطرناک لیڈر تھے۔ حرص و ہوا نے بڑے بڑے مجتہد پوشوں اور سجادہ نشینوں کو اس قدر غلام اور اندھا کر رکھا تھا کہ وہ صحائف سماوی کی آیات کو بدلتے اور لوگوں سے روپیہ بیٹھتے تھے۔

فویل للذین یکتبون الکتاب بایدہم شتم یعقوبون ہذا جن عبد اللہ لیشترونہ دھننا قلیلا پس طاقت اور خرابی ان لوگوں کے لئے ہے جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے اور پھر اعلان کرتے۔ کہ یہ کلام الہی ہے۔ اور اس افترا بندی سے چند درہم و دینار کاتے (سب سے بڑا ظلم یہ ڈھالتے کہ الہامی کتب سے حضرت محمد کا نام نامی کاٹ دیتے اور اس نور مجسم کو بچانے کی کوشش و جہارت کرتے۔ جس کی آمد کی بشارت دینے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک لاکھ چوبیس ہزار قدسی الاصل نقیب کائنات کی مختلف استیلا میں بھیجے جا چکے تھے۔ قرآن عزیز نے ان کے خبیث باطن کا اظہار اور اپنے مقصد عظیم کا اعلان ان الفاظ میں فرمایا ہے۔

یُرِیدُونَ اَنْ یُّطْفِئُوْا کَوْنِی اللّٰہِ باَحْآ حِمْ مَدِ وِیَا حِی اللّٰہُ اَلَا اَنْ یُّدِیْتُمْ ذُوْا دَلُوْکَہُ اَلْکَا فَرُوْا (ان کا عزم باطل ہے کہ شمع الہی کو اپنے منہ کی پھینکیوں سے گل کر دیں۔ مگر ایزد تعالیٰ اپنے نور کو ظہور تمام عطا کرنے پر آمادہ ہے۔ اگرچہ کفار اس کو دیکھ کر انکاروں پر ہی کیوں نہ لوٹیں) مشیت ایزدی اس نور کی حفاظت کا اعلان روز ازل سے ہی کر چکی تھی۔ لہذا عین اس وقت جب حضرت انسان اپنی برا فضالی کی پاداش میں تعزیرات میں زبوں حالی کی گھڑیاں گزار رہا تھا۔ رحمت الہی جوش میں آئی۔ اور اس آدم کی اولاد پر رحم کھایا جس کا خمیر اپنے ہاتھوں سے گوند کر احسن تقویم کا شرف عطا فرمایا تھا۔ لہذا اس بھٹکے ہوئے کاروان انس و جان کی رہنمائی کے لئے کائنات کے محسن ماکبر کو رحمۃ للعالمین کا تاج پہنا کر بھیجا جس کی آمد نے ایک انقلاب عظیم برپا کر دیا۔ آٹا دان میں کفر و ظلمت کی سرنگھٹ عمارتیں متزلزل ہو کر زمین پر

آ رہیں۔ اور زبانے دیکھ لیا۔ کہ حقانیت و صداقت کے سیل رواں کے سامنے باطل کے پہاڑی تلخے شکنوں کی طرح نذر آب ہو کر رہ گئے۔ اور دنیائیں ہمہ روی خلق کا وہ نور چمکا۔ کہ ظالموں کی خونخوار سعی چھپٹیں، خادمانہ انگساری اور درویشانہ تواضع سے بدل گئیں۔ اور وہ آنکھیں جو معصوموں کی تماشوں میں درندہ صفت اٹھتی تھیں۔ یتیموں، یتیموں، یتیموں کی تماشوں کی حمایت میں آسو بہانے لگیں۔ گویا دنیا نے ناشتہ کا ظلمت کردہ دم ردن میں بقدر نور بن گیا۔

ظہور قدسی

الحمد للہ۔ شتم الحمد للہ! کہ انہی کے سعادتوں سے بھری ہوئی اس مبارک صبح کا ظہور ہوا جس کے انتظار میں ارض و سما کی جنہیں سجائی گئی تھیں۔ یہ ظہور قدسی اللہ تعالیٰ کے مقدس شہر مکہ مکرمہ میں ہوا۔ اور ایک شریف الطوائف خاتون کو جس کا نام آمنہ بی بی تھا۔ اور جو چند ہینوں سے بیوہ ہو چکی تھی۔ پر شرف اکبر حاصل ہوا۔ کہ آسمانوں اور زمینوں کے فرشتے بیک زبان سلام اور ہم رکبادی کے نعمات الایں اور حضرت آمنہ ان کو سنیں۔

فرشتوں کی سلامی دینے والی فوج گاتی تھی خباب آمنہ انتہی تھیں۔ یہ آواز آتی تھی! سلام اے آمنہ کے لالہ!۔ اے محبوب سبحانی سلام اے نخل رحمانی۔ سلام اے نور ہزدانی حضرت آمنہ کا بیان ہے حضرت محمد کی ولادت مبارک کے وقت اس قدر نور کا شعلہ چمکا۔ کہ مجھے مکہ مکرمہ میں بیٹھے ہوئے، فیض و کسری کے محلات دکھائی دئے۔ یہ مال کس قدر خوش نصیب تھی کہ جس کی گود میں سرور کوئین۔ خزانہ لیلین والا فریض روح و د عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنی رحمت بار آنگھ کھولی۔ وہ آنکھیں کتنی سعادتوں کا مرکز بن گئی۔ جس میں دعلئے خلیل و نوید مسیح محمد و احمد کی مبارک شکل میں جلوہ گر ہوئے۔

ہوئے پہلو۔ نے آمنہ سے ہویدا دعائے خلیل و نوید مسیح

مورخین نے لکھا۔ ہے کہ اس رات ایوان کسری کے چوہ لنگرے گر گئے۔ نارس کا آتش کدہ بجھ گیا۔ ایوان کسری انہیں۔ بلکہ شان عجم خاک میں مل گئی۔ کفر و شرک کا جہنم سرد پڑ گیا۔ اور گلشن امکان میں وہ پھول کھلا۔ جس کی جاں فزا نکبتوں سے سالکین راہ ہدٰی اور عارفین منزل صفا کی درجوں کو قیامت تک فرحت و انبساط حاصل ہوتی رہے گی۔ انسانیت کے فرق اعلیٰ پر آج وہ تاج مرصع رکھ گیا۔ جو خلافت کبریٰ کی تابانیوں سے روشن تھا۔ دراصل حاصل کائنات۔ منشائے تخلیق عالم سید الانبیاء کی صورت زیبا میں منصف شہود پر جلوہ افروز ہوئے۔ اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کی بے نیازی پر غور فرماتے جیسے۔ کہ آخدی گھرانے کی طرح اس عبدالمطلب کو ضرور کوئین۔ شاہد و بشیر اور سرا جانی میرا کی

ولادت پر مبارکبادی دلائی۔ جو اس سے پہلے ابو جہل اور ابولہب کی منحوس پیدا نش پر یکہ والوں سے مبارکبادی لے چکا تھا۔

ایام رضاعت

جناب آمنہ نے اپنے لال کو ابھی دو تین دن ہی دودھ پلایا تھا۔ کہ رضاعت کی خدمت حضرت تہیمہ کے سپرد ہوئی۔ مگر خود ہی بعد حضرت حلیمہ سعدیہ کی قسمت کا ستارہ اورچ افکار پر چمکا۔ لہذا عرب کے دستور کے مطابق ایک دن بادی قبائل کی چند عورتیں مکہ منکرہ میں اس غرض سے داخل ہوئیں کہ شرفاء کے گھروں میں جائیں۔ اور ان کے بچوں کی رضاعت کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو پیش کریں۔ خاندان کے اندر کتنا اقتضا تھا۔ کہ اس تمام عورتوں کو اچھے اچھے امیر گھرانوں کے بچے مل گئے۔ مگر حلیمہ بھاری کو کوئی بچہ نہ ملا۔ عبدالمطلب کے گھر عورتیں آئیں۔ مگر یہ سن کر کہ بچے کا باپ فوت ہو چکا ہے۔ وہیں چلی گئیں حلیمہ سعدیہ بھی آئیں۔ اور یہ خیال کر کے کہ خالی ہاتھ جانا ٹھیک نہیں۔ عبداللہ کے خدمت میں گویا دو جہاں کی دولت کو گود میں لیکر اپنے گھر کو سدھاریں۔

ابن سعادت بنوہر بارہ نسبت

نامہ بخشد خدائے بخشندہ

مبارک بادی

حلیمہ سعدیہ آپ کو مبارک ہو۔ کہ تو آج اس بچے کو سینے سے لگا کر اپنے غریب نہ بدوی خیمے کی طرف جا رہی ہے۔ جس پر خداوند قدوس کی باران رحمت الیم اے ملت لکم دینکم الخ کی صوابت میں ہونے والی ہے یہ وہ نور ہے جس کی تہمت و رسالت کا چرچا اس وقت بھی تھا۔ جبکہ حضرت آدم کا خمیر بھی تیار نہیں ہوا تھا۔ جہاں فرخا تیرے بدوی گھرانے میں آج وہ آفتاب رسالت چمک رہا ہے جس کی ضوفشانی کا منظر قیامت کے دن تمام مخلوق اپنی آنکھوں سے دیکھے گی۔ جس وقت تیرا دودھ پلایا اور آمنہ کا جایا دو مقام محمود پر جلوہ نکلن ہوگا۔ حلیمہ سعدیہ تجھ کو مبارک ہو۔ آج تیری گود میں سراج الانبیاء رحمت دوعالم بن کر تشریف فرمائیں۔ جن کے فرق اقدس پر شریک کان قضا و خدا بحکم خدا تعالیٰ ختم المرسلین کو تاج رکھ جسن منار ہے ہیں۔ زہے قسمت۔ زہے نصیب!

حضرت سعیدہ کی بیٹی تیمار رسول پاک سے بہت محبت کرتی۔ آپ کو گود میں لیکر خلاتی۔ پلائی، لوریاں دیتی سینے سے چٹاتی۔ لہذا ہم شیوہ کو بھی مبارک باد دیتے ہیں کہ اسے شیوہ تجھ کو بھی ہر ہزار مبارک ہو۔ کہ آج تیری قسمت میں اس بھائی کی رفقت ہے کہ جس کی برکت سے کوئی رضاعی بہن تیری سعادت کو نہیں پہنچے گی۔

حضرت سعیدہ کا بیان ہے کہ رسول اکرم میری گود میں بھی عادل تھے۔ اپنی طرف کا دودھ پیتے اور اپنے

رضاعی بھائی کی طرف کا دودھ پینے سے منہ موڑ لیتے۔ رضاعت کا زمانہ ختم ہوا۔ تو رسول اکرم اپنی والدہ ماجدہ کے گھر تشریف لائے۔ کچھ عرصے کے بعد حضرت آمنہ نے مدینہ منورہ کا سفر کیا۔ حضور اکرم کی عمر اس وقت چھ سال کی تھی۔ ام ایمن بھی اس سفر میں ہمراہ تھیں۔ تقریباً ایک ہفتے تک وہاں قیام رہا۔ واپسی پر رستے میں مقام ابوررجاء آمنہ کا انتقال ہوا۔ اور حضور انور ام ایمن کی معیت اور حفاظت میں مکہ معظمہ پہنچے۔ اب آپ کی کفالت آپ کے دادا عبدالمطلب کے ذمہ تھی۔ مگر جب دادا کی عمر باسی برس کی ہوئی۔ تو وہ بھی آپ کو چھوڑ کر باہمی ملک عدم ہوئے۔ دادا جی کا جنازہ اٹھا۔ تو شافعی پورم النشور بھی ساتھ ساتھ روتے جاتے تھے۔ اب حضور اکرم علی اللہ علیہ وسلم کی پرورش کا کام آپ کے چچا ابوطالب کے حصے میں آیا۔ لہذا انہوں نے اپنے یتیم بھتیجے کی حفاظت اور تربیت کا کام جس حسن و خوبی سے سرانجام دیا۔ اس پر سینکڑوں حقیقی بابوں کی شفقت کو بچھا کر دیں۔ تو کم ہے۔ مگر انہوں سے کہنا پڑتا ہے کہ حضور پر نور کا اتنا بڑا مرتی جب مرا۔ تو اپنے آبائی دین پر مرا۔ گویا فطرت کی خفاشی نے آفتاب رسالت کے نور بھرے چہرے پر ایک نظر بھی ڈالنے کا موقع نہ دیا۔

سائنس نے تقدیر کے رسوائی تدبیر دیکھی

مقام حیرت ہے۔ اور عقل انسانی سرگرمیاں ہے۔ کہ پیغمبر خدا کو لوریاں دینے والے ابو جہل اور ابوطالب ہم میں جائیں۔ مگر.....

حسن زبصرہ۔ بلال از حش مہیب ذم

زخاک مکہ ابو جہل اس چہ ابو العجبی است

جناب ابوطالب رسول پاک کو اپنے بچوں سے زیادہ پیار کرتے۔ ساتھ ساتھ کھلاتے باہر جاتے۔ تو حضور اکرم کو ہمراہ لے جاتے دس۔ بارہ۔ برس کی عمر ہوئی۔ تو امتوں کے والی یتیموں کے نگہبان۔ بے کسوں اور بیواؤں کے پاسبان نے بکریاں بھی چرائیں۔ آپ فرمایا کہ تھے۔ کہ تمام انبیاء کو ام نے بکریاں چرائی ہیں۔ صحابہ کرام نے عرض کیا۔ کہ آپ نے بھی چرائیں ہیں۔ تو فرمایا۔ ہاں میں نے بھی چرائیں ہیں۔ دراصل بکریوں کی گلہ بانی اور قوم کی دعوت و تبلیغ میں نفسیاتی طور پر بڑی حد تک مشابہت پائی جاتی ہے۔

بکہ بانی کو ذریعہ کو تنگ کرتی ہیں۔ تو ہم بھی پیغمبر خدا کو تنگ کرتی ہیں۔ بکریاں کمزور جانور ہیں۔ افراد قوم بھی اللہ تعالیٰ کے غضب کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ گھریا اگر طیش میں آکر کسی بکری کو لاٹھی سے مارے۔ تو بکری کی ٹانگ ٹوٹ جائے۔ پیغمبر بھی اگر تنگ آکر بددعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ تو قوم کی ہلاکت بعید نہیں۔ گھریا اگر اپنی بکریوں کی مات دن حفاظت نہ کرے۔ تو چوروں اور پھیلوں

کا ڈر ہے۔ اسی طرح اگر پیغمبر خدا افراد قوم کی پوری پرداخت نہ کرے۔ تو سارے کے سارے شیطان کے چنگل میں پھنس کر تباہ ہو جائیں۔

سطور بالا بطور جملہ مترنمہ معرض شخص میں لائی گئی ہیں۔ تذکرہ ابوطالب کی کفالت کا بیان ہو رہا تھا۔ لہذا ایک دفعہ ابوطالب سفر شام کا ارادہ رکھتے تھے۔ اور چاہتے تھے۔ کہ بھتیجے کو ساتھ نہ لے جائیں۔ مگر رسول پاک فرط محبت سے ان کے ساتھ لیٹ گئے۔ اور ابوطالب نے مجبور ہو کر حضور کو بھی ہمراہ لے لیا۔ اسی سفر میں بحیرہ کی ملاقات کا واقعہ پیش آیا۔ بحیرہ نے جب آپ کو دیکھا۔ تو فوراً پکار اٹھا۔ کہ یہ لوط کا ختم المرسلین ہونے والا ہے۔ لوگوں نے سبب پوچھا۔ تو کہنے لگا۔ تم نے نہیں دیکھا۔ کہ جب یہ لوگ پہاڑ سے اتر رہے تھے۔ تو سب پہاڑ اور درخت اس کی تعظیم کے لئے جھک رہے تھے۔

المقتدر رسول پاک نے اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ بہت سے تجارتی سفر کئے۔ جس سے آپ کا تجربہ بہت زیادہ ہو گیا۔ اور بعد ازاں آپ کے حش معاملہ کے تذکرے ہر جگہ ہونے لگے۔ اور آخر کار حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے جو کہ ایک دولت مند بیوہ خاتون تھیں۔ رسول خدا کو پیغام بھیجا۔ کہ:-

د آپ میرا مال تجارت شام کو لے

کر جائیں۔ جو معاوضہ میں آوروں

کو دیتی ہوں۔ آپ کو اس کا

مضاعف دوں گی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبول فرما لیا۔ اور مال تجارت لے کر بصری تشریف لے گئے۔ (باقی آئندہ)

ہمکے محمد

(از عابد نظامی)

ہیں اکمل و اہل ہمارے محمد

دو عالم سے بڑھ کر ہمارے محمد

انہی سے ہوئی پیدا ساری دنیا

خدا کے ہیں منظر ہمارے محمد

غریبوں یتیموں کے آقا و مولیٰ

ہیں بھٹکوں کے ہر ہمارے محمد

خود اللہ تعالیٰ ہے راج ان کا

بلند اور برتر ہمارے محمد

نہ آئینہ دنیا میں کوئی نبی اب

ہیں ختم ہر ہمارے محمد

ہیں خوف محشر ہو کیونکر نظامی

ہیں محبوب و اور ہمارے محمد

سر کائنات صلح کی حیرت انگیز باتیں

(از جناب مولانا فضل الرحمن صاحب قاصوٹیل دھنساہا)

یہ زمانہ گھٹ سے

پہلا دور از ولادت تا نزول وحی

شروع ہو کر خلافت پر ختم ہوتا ہے۔ یہ ایک طویل اور دلخیز داستان

ہے۔ مگر مختصر یہ کہ تمام دنیا عموماً اور خطہ عرب خصوصاً عصیان و عدوان کی ایک ایسی گھٹا ٹوپ فضا میں محصور تھی۔ کہ خداوند کریم کا حقیقی تصور تو درکنار اودنے درجے کی خدا پرستی بھی بنی نوع انسان کے دلوں سے نکلی ہوئی تھی۔ بت پرستی۔ زنا کاری۔ قتل باحق۔ نارت گری۔ شراب نوشی اور جہا بازی ایسے سنگین جرائم عرب والوں کی طبیعت ثانیہ میں ہوتے تھے۔ ہنر خداوندی عجیب ہیبت کے ساتھ منہ کھولے انسانیت کو لقمہ تر بنانے پر تلا ہوا تھا کہ رحمت ایزدی نے جوش مارا۔ کرم کبھی نے کدوٹ بدلی اور اس شان سے بدلی۔ کہ سب تمام تار کی نوہ اور نورانیت میں تبدیل ہونے کے قابل ہو گئی۔

۱۲ ربیع الاول مطابق ۲۲ اپریل ۵۷۰ء بعد از صبح صادق اور قبل از طلوع آفتاب حضور سراپا نوہ پہلی مرتبہ دنیا کے مرکزی مقام مکہ کے ایک قریشی گھرانے میں بی بی آمنہ کے بطن مبارک سے جلوہ گر ہوئے۔ آپ کی ولادت باسعادت گھرانے اور خاندان کے لئے نہیں بلکہ پوری کائنات کی ابدی خوشحالی کا سامان لیکر عمل میں آئی تھی۔ لیکن آپ کے والد ماجد حضرت عبداللہ کو آپ کا پہلا چہرہ دیکھنا نصیب نہ ہوا۔

عرب کے شرنا کے دستور کے موافق آپ چار سال متواتر شہر سے باہر دیہات کی سادہ اور محنت افزا ہوا میں علیمہ سعدیہ کی گود کو سعادت شیر خوار سے لڑاتے رہے۔ اور چار سال کے بعد پھر اپنی والدہ ماجدہ کی محبت بھری گود کو اپنے جسم اطہر سے معطر و منور کرنے لگے۔ لیکن مشکل دو سال ہی کائنات انسانی کے اس چراغ نے اپنی والدہ کی گود کو بقیہ نوہ بنائے رکھا کہ بی بی آمنہ نے آپ کو زندگی کی چھٹی بہار میں چھوڑ کر داعی اجل کو لبیک کہا۔ دنیا کی نظر میں اب آپ کی پرورش و کفالت کا بار گراں آپ کے دادا عبدالمطلب کے کندھوں پر تھا۔ مگر دو سال سے کچھ ہی دن آپ ہوئے تھے کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کو پیارے ہوئے اور بے مخلوق بننے اپنے بے آواز اشارے سے دنیا والوں کو تباہ کیا کہ میں ہی محمد کا کفیل و شفیع اور میں ہی اس کامرئی و

مشفق ہوں۔

اب ظاہری اسباب میں لے دے کے صرف آپ کے چچا ابو طالب تھے جو آپ کی تربیت پرورش کے ذمہ دار خیال کئے جاتے تھے۔ مگر حقائق سے پتہ چلتا ہے کہ حضور ماسوا کے خداوند کریم کے کسی کے دست نگرینے والے نہ تھے۔ بلکہ آپ کا نام انبی مدو آپ کرنے والوں کی فہرست میں درجہ اولیٰ پر تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ دیہات میں بکریاں چراتے اور اُجرت سے کہ جہاں اپنا پیٹ پالتے وہاں دیرپہ اپنے چچا کی بھی امداد و استعانت فرماتے۔

دست غیب کی کرامات دیکھنے کے آپ جن بکریوں کی نگرانی فرماتے۔ ان کے دودھ کی افراط اور جسمانی صحت کا یہ حال کہ تمام ہم عصر چرواہے اگر حیران تھے۔ تو بکریوں کے مالک بھی مسرور و شادمان کہ کتنا اچھا اور ہوشیار چرواہا ہے

ان بے چاروں کو کیا معلوم کہ آج کا یہ یتیم و سیر گلابان کل انسانی ریڑھ کا نگہبان بننے والا ہے! دیہاتی زندگی کا یہ ظاہری سامان تھا یا مکہ والوں کی بود و باش سے ہمیشہ الگ تھلگ رہنے کا خزانہ فیصلہ.... مگر بات یہ ہے کہ عرب کی تمام تعلق خیزوں اور خدا سے کھلی بغاوت کی کسی رنگین محفل میں حضور کو شریک ہونے کا اتفاق نہیں ہوا۔ موافق پیدا ہوتے رہے۔ مکہ والے ہم عمر اصرار و تلقین کرتے رہے۔ مگر آپ روز اول سے ہی مکہ والوں کے طرز عمل سے ایسے متنفر و بیزار تھے کہ ہزار و ہزار دھوئی اصرار کے باوجود آپ نے کسی غیر اخلاقی محفل میں شریک ہونا قبول نہ فرمایا۔

دوسرا جاہلیت سے اس عملی منافرت کے منظر پر کو اہل مکہ نے آپ کی سادہ لوحی اور شہری ہواسے بے خبری پر محسوس کیا (کہ قول کنڈر مکہ) اسی سادہ لوح نے جب ہوش سنبھالا۔ لے تو تجارتی دنیا اور معاشی لیون دین میں اپنے قدم ایسے جمائے کہ خیانت بدینتی اور دروغ پانی سے نالال مخلوق آپ کو صادق و امین کے لقب سے یاد کرنے پر مجبور ہو گئی۔ عرب کی عام جماعت اور لافانی زندگی کے تابخی متواہر سامنے رکھ کر یہ فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ اس دور خلافت میں صادق اور امین کے القاب کس قدر وزنی اور نادر تھے

آپ میرا ان تجارت کے ہی شہسوار رہتے تھے بلکہ

انسانی زندگی کے ہر شعبہ میں اخلاقی حدود کے اندر بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے بھی تھے۔ عرب میں خلق آزادی اور خدا نافرستی کو مٹانے کے انسانی حقوق کے تحفظ کے لئے انجمن قیام امن کے انعقاد کی تحریک آنحضرت ہی کے روشن اور مایہ دماغ کی پیداوار تھی۔ جس میں ملک کے نسبتاً باوقار یا مشہور طبقہ نے بھی شرکت فرمائی۔ یہ تحریک اپنے ذہین اصول اور ہونے والے بنی کے خصوص سے اس قدر کامیاب ثابت ہوئی کہ معلوم اور خوف زدہ مخلوق نئی زندگی کا لطفٹ انجانے لگی۔ عرب ایسی جاہل ادبانت کو تہنگ گردہ بنا کر لڑنے اور لڑنے والی قوم۔ ایسی قوم جو معمولی بات پر صدر پور کی خانہ جنگی کی عادی ہو۔ اس قوم میں بیت اللہ کی دیوار میں حجر اسود نصب کرنے کا سوال ایک لایعنی قضیہ تھا۔ ہر قبیلے کی خواہش یہ تھی کہ حجر اسود کو نصب کرنے کی سعادت اس کو حاصل ہو اور قریب تھا کہ معاملہ لڑ کر پورے ملک کو فساد اور خونریزی میں مبتلا کر دے۔ اس اہم قضیہ کے سلجھانے کے لئے قبائل کے مابین تجویز طے پائی کہ اگلی صبح جو شخص سب سے پہلے حرم کعبہ میں داخل ہوگا وہی حجر اسود کو نصب کرنے کا حق و مجاز ہوگا۔ چنانچہ اگلی صبح دیکھنے والوں نے دیکھا کہ مکہ کا وہی مشہور و معروف صادق و امین حرم کعبہ میں رونق افروز ہے۔ بیوں نہ ہو۔ جب حضور کے ظہر کی غرض و غایت ہی دین ابراہیمی کی ایک ایک یادگار اور سرور و چمکنا تھی بھلا حجر اسود ایسی اہم ابراہیمی یادگار کی تجسید کے لئے آپ کے سنا اور کون ہو سکتا تھا۔ حضور کی مدد فہمی اور دور اندیشی کو دیکھتے کہ آپ نے ایک چادر بھیل کر اس پر حجر اسود رکھا۔ اور سب قبیلوں سے فرمایا کہ اس کا ایک ایک آدمی چلا۔ کہ مکہ کے حجر اسود کو اپراواتے چنانچہ ایسا ہوا۔ اور آپ نے اپنے مبارک ہاتھ سے حجر اسود کو مناسب مقام پر نصب فرادیا۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ آپ کی اس دیادلی نے تمام اہل مکہ کے دل موہ لئے۔ اور ہر گھر و محفل میں آپ کی فراست کے چرچے ہونے لگے۔ درحقیقت لکڑی کو کھوکھلی کی یہ ابتدائی تفسیر مسلسل چالوں سے ان تک مکہ والوں کی موضوع گفتگو بنی رہی۔

دوسرا دور از ولادت تا نزول وحی
یہ دور روز جمعہ ۱۲ ربیع الاول مطابق ۲۲ اپریل ۵۷۰ء سے شروع ہو کر تیرہ سال کی قبل مدت پر ختم ہو

تیسرا دور از ہجرت
تا وفات

۱۳ نبوت ماہ صفر مطابق
۱۲ ستمبر ۱۲۷۲ء پنجشنبہ کو
۳ محضرت راتوں رات حضرت

ابوبکر صدیقؓ کو ہمراہ لے کر مکہ سے نکلے گا۔ ثور میں جا کھڑے ہیں۔ تین دن رات یہاں اقامت پذیر ہوئے۔ کے بعد لَا تَحْزَنُوا إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا کے مخاطب حضرت ابوبکر صدیقؓ سمیت آنحضرت مدینہ روانہ ہو جاتے ہیں۔ ادھر اہل مکہ حضورؐ کے صحیح سلامت نکل جانے پر رنج و ملال کرتے ہیں۔ ادھر مدینہ والے حضورؐ کی راہ میں نظر میں آتے منتظر و بیدار ہیں۔ مکی اور مدنی تضاد کو سامنے رکھ کر سوچتے ہیں۔

مَدَحِیْلَہُ اللّٰہُ ذَا مُضِلِّ لَدُنْہِ وَمَنْ لَیْسَ لَہٗ
ذَلَاہِلَہٗی لَکَہٗ کِی حَقِیْقَتِیْنَ ظاہِرِہٖ جاتی ہیں۔ حجب
حضورؐ کی سمدی پر شہر سے باہر رہنے والوں کی نظر
پڑتی ہے تو نہ صرف بڑے پر تیاگ استقبال کو آگے
بڑھتے ہیں بلکہ نیچے بھی حضورؐ کو آراکھوں پر اٹھانے

جانتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ آنحضرت کی حیات طیبہ کا یہ تیرہ سادہ و صمیمی آلام و مصائب سے بھرپور پختا مان کا اودنے تصور بھی رونگٹے کھڑے کر دیتا ہے۔ آنحضرت نے جب پہلی مرتبہ من حیث رسول مکہ والوں کو خدا پرستی کا بھولا بسرا سبق یاد دلایا اور ظاہر فرمایا کہ وہ بحیثیت نبی اعلیٰ علیہ السلام کے فریضہ پر اللہ کی جانب سے مامور کیے گئے ہیں تو آپ کا یہ دعویٰ اور اعلان تمام مشرکین پر شاق گزرا۔ گویا ایک دہکتے ہوئے انگارہ تھا۔ جو آنحضرت نے عرب کے باغ و خانہ میں پھینک دیا اور تمام ملک آپ کے خلاف بغیض و غضب سے بھر پک اٹھا۔ توجیر کی یہ پہلی آواز تھی جس نے اس قوم کو جو کل کے دن تک آنحضرت کو صادق و امین کے القاب سے یاد کرتی تھی۔ آنحضرت کی عداوت پر آمادہ کر دیا۔ کم بختوں کی عقل پر ایسے پردے پڑ گئے۔ کہ وہ اپنے مسلمہ صادق و امین کو آج جھوٹا دیوانہ اور مضبوط الحاد اس کہہ کر بھی نہیں سہاتے تھے۔ بیگانے تو خیر اپنوں نے بھی بیگانگی کا ایسا مظاہرہ کیا۔

حق پرستی اور حق گوئی کا نمونہ نہ دیکھئے کہ مکہ والے کبھی
تو شکوہ شکایت کے رنگ میں آنحضرتؐ کی زبان بندی
کے خواب دیکھتے ہیں اور کبھی آب و دانہ بند کرنے
کی تجویز کو عمل میں لائے ہیں۔ جب یہ خواب شرمندہ
تعبیر تھیں ہوتا۔ تو عتص کے اندھے لالچ و لاکر حق کو
وہانا چاہتے ہیں۔ مگر آپؐ ہیں کہ ایک مضبوط چٹان کی
طرح اپنے مقام پر ثابت قدم، تمام مشرکانہ ادا دلوں
کو خاک میں ملا دیتے ہیں۔ جب اہل مکہ ہر طرف سے منہ
کی کھاتے ہیں۔ وحشت و بربریت پر اتر کر آنحضرتؐ اور
آپؐ کے بھائیوں پر ظلم و ستم کا سلسلہ شروع کر دیتے
ہیں۔ تو حیدر رسالت کی شمع فروزاں ہے اور اللہ جلے
پر دانہ دار اپنی جان کا نذرانہ پیش کرتے رہتے ہیں۔
ان کو نہ اپنی جان کی پروا نہ اپنی متاع کا خیال۔ بس فکر
ہے تو یہی کہ وحدت پرستی کی آواز دنیا کے کونے
کونے تک پہنچ جائے۔ اور اولاد آدم جاہلیت کی
اندھیر گردی سے نکل کر علم و عرفان کی دنیا میں بسے۔
یہی ترپ تھی جس نے مکہ والوں کی جان لیوا بدسلوکی
کو پھولوں کی بارش سے بھی زیادہ خندہ پیشانی سے
قبول کیا۔ آنحضرتؐ کی آواز حق کو مٹانے اور دبانے
کے لئے مکہ میں کبٹیاں قائم ہوتی ہیں۔ اجلاس ہوتے
اور ریزولیوشن پاس ہوتے ہیں۔ مشرک رضا کار جان
کی قربانی پیش کرتے ہیں۔ امراء مکہ مال و زر کی ندیاں
بہا دینے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ مگر جب دیکھتے ہیں
کہ بلال حبشیؓ جو دو ستم کا تختہ و مشق بنتے بھی۔ علامہ اور
اس کے والدین گونا گوں ایذا رسائیوں کا شکار ہوئے
ہوئے بھی۔ ابو فکیہؓ پتھر ملی زمین پر گھسٹے بھی۔ خبابؓ
ارث انگاروں پر لٹائے جانے پر بھی۔ عثمانؓ ابن
صفوانؓ شکستے ہلے۔ اور پیچھے سے دھمکے دیتے
جاتے پر بھی احد احزابی لپکا رہتے ہیں۔ تو مایوس ہو کر

کے لیے پیش پیش ہوتے ہیں طلع البدر علينا کا
تاریخی گیت مدینہ والی بچیوں ہی کی عقیدت کا آئینہ دار
ہے۔ جو انہوں نے آنحضرت کے دود مدینہ کی خوشی
میں گایا تھا۔ یہاں کے سازگار حالات نے مسلمانوں کو منظم
تبلیغی سرگرمیاں جاری رکھنے کا کافی موقعہ دیا۔ مگر کفار
کی ویرانہ دستیوں سے یہاں کے ہمارے انصار بھر بھی
بچ نہ سکے۔ کفار کی عظیم اکثریت یہاں بھی ہر طرف سے
مسلمانوں کو لکھیر رہے ہوئے تھی۔ مگر فرق صرف اتنا تھا کہ
مکہ کے دوران مسلمانوں کو ایڑیٹ کا جو اب پھر سے دینے
کی اجازت نہ تھی۔ جس کی بڑی وجہ یہی تھی کہ اگر
تربیت گاہ میں مسلمانوں کو یہ سبق از نو پڑایا جا رہا تھا۔
کہ اپنے ذاتی آلام و مصائب کی روک تھام کے لیے
مسلمان حکم خداوندی کا انتظار کر کے اس امر کے عادی
ہو جائیں کہ وہ کوئی کام بھی اشارات خداوندی کے
بغیر نہ کرنے پائیں۔ مسلمان ابھرتے ہوئے انقلامی جذبات
کا ٹٹا بٹٹا رہا تھا۔ ہوا سمندرا اپنے سینے میں لئے ہوئے
تھے۔ مگر عدم اجازت جنگ کی وجہ سے وہ تمام کا فائدہ
چیرہ دستیوں کو خاموشی کے ساتھ برداشت کرتے رہے
جب مدنی فضا میں اُڑنِ لَیْلَیْنِ یَقَاتِلُونِ

والی آیت نازل ہوئی اور اس آیت کے ذریعہ مسلمانوں کو مدافعتانہ جنگ کی اجازت ملی تو گویا مسلمانوں کی آخری تمنا پوری ہونے لگی۔ اب اسلامی تلوار بے نیام ہوئی۔ احمد اور بدر میں چمکی۔ حنین اور تبوک میں چلی۔ جراحانہ اور دُخل سے نہیں مدافعتانہ مجبور یوں سے چلی۔ ایسی چلی کہ بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ نے شجر اسلام کی آبیاری کے لئے اپنا قیمتی خون تک بہا دیا۔ مٹھی بھر مسلمانوں نے سیتی قبول کی۔ لاولدی کا خیر مقدم کیا۔ گھربار لٹائے۔ دُخل چھوڑے لیکن اسلام کے پھیلاؤ کی راہ میں ایک حقیر و ڈٹہ بھی باقی رہنے نہ دیا۔ حنور کے قرابت دار سعادت شہادت سے مشرف ہوئے۔ خود آنحضرت کے دندان مبارک بھی شہید ہوئے۔ مگر جو رحمت بنا کر بھیجا گیا تھا۔ اس نے میدان جہاد میں چوٹیں کھا کھا کر بھی انسانی مہمردی کو ہاتھ سے جبنہ نہیں دیا۔ سب شتم کے اس ہجوم میں آنحضرت کی زبان مبارک سے دُبّ اِھْدِ قَوْحِي نَهْدِلَا لِمَوْتِ کی صدا بلند ہوتی رہی۔

بر خواہ لاکھ کہیں کہ اسلام تلوار کی دھار سے دنیا میں پھیلا ہے۔ مگر ایسے کو تو نظروں کو خود فیصلہ کرنا چاہیے کہ ایک شخص طائف میں وہاں کے بر معاشین کی شکر بخا اور احرام میں اپنا دانت ٹوٹ جانے پر بدلتا تک نہیں فرماتا۔ بلکہ خدا کی بارگاہ سے قوم کی ہدایت کی بھیجا مانگتا ہے۔ بھلا وہ شخص ایک اونے سے اونے انسان کے خون کو ہتھوڑ بکھینک کر مارا کہہ سکتا ہے۔

ہر کسب جو ہونا تھا وہ ہوا۔ لیکن مگر آرائی کا
زمانہ جب ختم ہوا تو اعداد و شمار سے بہت جتنا کہے کہ
دین اور مذہب کے نام پر اٹھے ہوئے کم و بیش ان
اٹھارہ معرکوں میں فرطین میں سے قتل اور شہید ہونے والوں کی
(باقی ملے)

مُحَمَّدٌ

از لسانِ العصرِ اکبرِ الہ آبادی مرحوم

ہے یہ وہ نام خاک کو پاک کرنے بھار کر ہے یہ وہ نام خار کو پھول کرے سنوار کر
ہے یہ وہ نام ارض کو کرے سما بھار کر اکبر اسی کا ورد تو شوق سے بے شمار کر

صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ

شافعِ عاصیاں ہیں وہ تائبوں کے قبیل ہیں فیضِ رسانِ خلق ہیں حامی بے عدیل ہیں
شکل میں وہ جمیل ہیں شان میں وہ خلیل ہیں منظرِ نور حق ہیں وہ ہیبتِ جبرئیل ہیں!

صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ

سیدنت ہیں انے شوقِ کفر کے دل میں تیر ہیں حکمِ خدا کے مطیع دین کے دستگیر ہیں
راحتِ جان و روح ہیں روشنیِ ضمیر ہیں خلق ہے ان سے مستفید ہادی بے نظیر ہیں

صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ

حالتِ ملکِ قوم پر ہوں شبِ روز بے قرار دین سے دل کو پھیریں ایسے سبب ہیں لُحْثار
مرکزِ طبع کیا بنے جس سے ہو کم یہ انشمار آئی صدا فلک سے یہ پڑھ تو اسی کو بار بار

صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ

سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرۃ کے دو پہلو

(از خواجہ عبد الوحید صاحب کراچی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرۃ کے اس پہلو کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ ایک تعلق باللہ اور دوسرا تعلق بالخلق۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہم دیکھتے ہیں کہ یہ دونوں تعلقات اس خوبی و کمال کے ساتھ قائم ہوئے کہ آپ ایک ایڈیل راہنما اور کامیاب قائد ثابت ہوئے۔

پہلا تعلق باللہ

قرآن و حدیث کا مطالعہ اس حقیقت کو بخوبی واضح کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک میں اللہ تعالیٰ کا خوف اس حد تک جاگزیں تھا کہ آپ کی آنکھوں سے اکثر آنسو بہتے دیکھے جاتے تھے۔ اکثر صحابہ نے آپ کو سوجرے کی حالت میں دھتے ہوئے اور آہ و زاری کرتے ہوئے دیکھا اور آپ نے لوگوں کو بھی تاکید فرمائی کہ سننا کم اور دینا زیادہ چاہئے۔ جب کہ قرآن حکیم کا ارشاد موجود ہے۔

فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا وَكَلِمَاتُ كَثِيرًا (التوبہ: ۴۲)
ترجمہ :- پس انہیں چاہئے کہ ہنسیں کم اور دین میں زیادہ اور پھر اسی کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ کوئی غیر اللہ کی تو آپ کہ عرصہ مرعوب و متاثر نہ کر سکی۔ غار ثور کے اس واقعہ کو یاد کیجئے کہ کس طرح بے سرو سامانی اور کس میرسی کا وہ عالم طاری ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس غار میں پناہ گزیں ہیں۔ ساتھ ساتھ ایک ”یاد غار“ کے کوئی موجود نہیں۔ باہر ہر طرف دشمن آپ کی تلاش میں آپ کے خون کے پیاسے پھر رہے ہیں۔ اس خوف و ہراس کے وقت بھی آپ کے دل پر دشمنوں کا کوئی خوف نہیں۔ اس لئے کہ جس دل میں خدا کا خوف اور اس کا جلال سمایا ہو۔ اس دل میں مگر اللہ کا خوف راہ نہیں پاسکتا۔ اس لئے آپ کی زبان فیض ترجمان پر الفاظ متحرک آتی جا رہی ہوتے ہیں :-

لَا تَخْشَوْنَ اللَّهَ مَعَنَا

(التوبہ: ۴۰)

ترجمہ :- ہم مت کرو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہم سے ساتھ ہے۔

اسی طرح اور کے میدان میں جبکہ اکر میدان سے بھاگ رہے تھے تو قرآن شہید ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بھی میدان میں دشمن کی تلواروں اور نیزوں کے درمیان کمال استقامت و پامردی کے ساتھ کھڑے اپنے ساتھیوں کو پکار پکار کر واپس بلا رہے تھے۔ دشمن کی طاقت اور ہیبت آپ کے دل پر رانی کے برابر بھی اثر نہ کر سکی۔ اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قلب مبارک میں اللہ تعالیٰ کی محبت اس قدر رچی ہوئی تھی کہ آپ فرمایا کرتے۔

وَلَوْ دَتِ الْخِيَا اَقْتُلْتُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ اَجِيئُ ثُمَّ اَقْتُلُ ثُمَّ اَجِيئُ ثُمَّ اَقْتُلُ (البخاری)

ترجمہ :- میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں (جہاد کرتا ہوں) شہید ہو جاؤں اور پھر زندگی باپل پھر شہید ہوں۔ پھر زندہ ہوں اور پھر شہید ہو جاؤں۔ ظاہر ہے کہ یہ راہ خدا میں بار بار جہاد کرتے ہوئے شہید ہونے کا شوق خالق کائنات کی محبت کی وجہ سے تھا۔ اور جب محبت الہی کا یہ حال ہو تو پھر دل میں دنیا کی کسی نعمت کا شوق سنانا محال ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب عتبہ بن ربیعہ قریش کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا کہ اگر آپ کو کسی بڑے گھرانے میں نشاد کی کا شوق ہو یا دولت کا ذخیرہ مطلوب ہو۔ تو یہ سب کچھ جتیا کیا جاسکتا ہے۔ اور اگر آپ چاہیں کہ آپ کو کئے کی ریاست مل جائے۔ تو یہ بھی ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ آپ اپنے مبلغانہ مصروفیتوں سے باز آجائیں۔ تو آپ کی طرف سے جواب دہی اعلان حق تھا جس کو دبانے کے لئے دنیا کی تمام نعمتیں آپ کے قدموں میں ڈالی جا رہی تھیں۔

آج بھی جو شخص مسلمانوں میں مطلوبہ انقلاب پیدا کرنا چاہتا ہے۔ اُسے چاہئے کہ اپنے دل کو خدا کی محبت سے معمور اور اسی کے خوف سے لبریز کرے پھر نہ اُسے کوئی ماسوا اللہ کی قوت مرعوب کر سکیگی اور یوں وہ اپنے مقاصد عالیہ کے حصول کی راہ میں ہر آسانی جتیا اور ہر دشواری معلوم پائے گا۔

دوسرا تعلق بالخلق

آئیے اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک

زندگی کے دوسرے پہلو پر نظر ڈالیں۔ سب سے پہلی چیز جو ہمارے سامنے آتی ہے یہ ہے کہ آپ کے دل میں اہل دنیا کی قدوائی کا خیال کبھی نہیں آیا۔ آپ نے دنیا والوں سے کبھی کسی ستائش و آفرین یا انعام و زور کی خواہش ظاہر نہ فرمائی۔ آپ نے جو کچھ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے کیا۔ دنیا والوں کو خوش کرنے یا ان سے کچھ معاوضہ پانے کے لئے کبھی کچھ نہ کیا۔

قُلْ لَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا (الانعام: ۱۱)

ترجمہ :- میں اس (خدمت) پر تم سے کسی اجر کا طالب نہیں۔
قُلْ مَا سَأَلْتُكُمْ مِنْ اَجْرٍ فَاَهُوَ لَكُمْ ط اِنْ اَجَرِيْ لَا اَعْلٰی اللّٰہِ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ شَہِیدٌ (السبا: ۴۷)

ترجمہ :- (اے رسول) کہہ دیجئے کہ میں تم سے (اپنی خدمت) کوئی اجر طلب نہیں کرتا۔ مجھے اہم دنیا تو اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ اور وہی ہر چیز کا نگہبان ہے۔

حسن اخلاق

آپ کی ذات والا صفات میں وہ تمام خیرات و کمالات و اتم موجود تھیں جو انسانیت کا جوہر ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم کا ارشاد ہے۔ وَرَأٰتُكَ لَعَلٰی خَلِقَ عَظِيْمٌ ط (النون: ۴۴)
ترجمہ :- (اے رسول!) آپ بلاشبہ اخلاق کا فضلہ کے بہت بلند درجہ پر فائز ہیں۔

دیانت و امانت۔ ایفاء عہد اور پاس و وفا پابندی اور قنات اور استقامت۔ صبر و رضا۔ ہمت و شجاعت۔ عدل و انصاف کو نسی اچھی چیز تھی جس میں آپ کو کمال حاصل نہ تھا۔ اور جس سے آپ کے بدترین دشمن بھی واقف نہ تھے۔ آپ کنواری لڑکیوں سے زیادہ باحیا۔ بیاروں کے خیر گزیر۔ ہواؤں اور بہمنوں کے دستگیر۔ کمزوروں اور ناتوانوں کے معین و مددگار تھے۔ غریب و مساکین مسافر اور بے یار و مددگار انسان آپ کے فیض کرم سے دلشاد ہوتے۔ سیاسی و عیسائی آپ کے درپہا کرتے۔ کامی سے نجات حاصل کرتے۔

حسن سلوک

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سلوک ایسا تھا کہ ایک بار کی ملاقات سے دشمن بھی دوست بن جاتا۔ خوش واقارب سب آپ پر جانیں خدا کرنے لگے۔ دوست (باقی صفحہ پر)

نعت

از جناب حکیم صاحب

کلیوں کے دھڑکتے سینوں میں ارمان تمہارا دیکھا ہے
 افسانہ نیرم ہستی پر عنوان تمہارا دیکھا ہے
 بخشی ہیں تمہارے جلوؤں نے بے نور دلوں کو تنویریں
 تاریک فضا ئے عالم پر احسان تمہارا دیکھا ہے
 اے ساتی محشر مجھ کو بھی۔ اک جام شراب بیداری
 ہر ادنیٰ و اعلیٰ پر یکساں فیضان تمہارا دیکھا ہے
 اقرار تمہاری عظمت کا محدود نہیں کچھ ہونٹوں تک
 ہم نے تو دلوں کی دنیا میں فرمان تمہارا دیکھا ہے
 عصیاں پر جو اپنے نادم ہو آجائے ہمارے دامن میں
 اے شافع محشر یہ ہم نے اعلان تمہارا دیکھا ہے
 قدموں میں دوعالم کی دولت پیوند قیسا و چادر میں
 دنیا نے یہ اپنی آنکھوں سے سامان تمہارا دیکھا ہے
 اے رحمت عالم ایک نظر ہو جائے کلیم خستہ پر
 آنکھوں سے لگا کر اس نے بھی قرآن تمہارا دیکھا ہے

در طہ حیرت

از جناب مولانا عبدالحمید صاحب مدظلہ العالی

قریب گوشہ دل ہے چھپا ہوا کوئی
رو تلاش کی لیکن ہے انتہا کوئی

ہر ایک ذرہ ہے آئینہ دار تو اس کا
وراء فکریہ بھی ہے مگر ورا کوئی

خرد بھی نہم حقیقت میں بے کس مجبور

جنوں نواز تماشا دکھا گیا کوئی

نہ منطقی سے ہوا حل نہ فلسفی پنچ

خطا شعار ہر اک کو بنا گیا کوئی

تصور اپنا رگ پے میں کر دیا پیوست

دل و زبان کی تصدیق ہو گیا کوئی

بداہت اور نظر کی رسائیوں سے بلند

دلیل و بحث کا ابتدا و منتہا کوئی

رگ حیات میں قدیم جگر کے گوشوں میں

نہاں نہاں میں بھی پیدا ہے بر ملا کوئی!

شیم گل میں نسیم سحر کے جھونکوں میں!

ورق کتاب خرد کے اُلٹ رہا کوئی!

بچھا ہے خوان کرم فرشِ عرش پر کیساں

تمیز نوری و خاکی شاگیا کوئی

متاعِ زندگی مستعار و بچھ لیا

دو روزہ لالہ و گل کا کرے بھی کیا کوئی

سروش اور نگاہِ کرم؟ مبارک ہوا

رہا نہ تھا ترا محشر میں آسرا کوئی

فحشا ما ارسلاک

از جناب مولانا محمد رحیل صاحب خطیب

لشکرِ جبار قیادت سید البرار والا جبار میں پلغار کرتا
ہوا کہ کومر پہنچا تو کفار بک کاتب اٹھے اور موت
پر منڈلاتی ہوئی نظر آنے لگی۔ من کو ان کی خباثتوں
اور شرارتوں نے یہ یقین دلادیا تھا کہ آج مسلمان پتھر
انتقام میں ہم سب کو موت کے گھاٹ اتاریں گے۔
لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلانِ معافی کی منادی سڑی
اور ایسی سہل اور آسان صورتیں تجویز فرمادیں جن
سے کوئی بھی محروم نہ رہے۔

اعلانِ معافی کے الفاظ یہ تھے:-

مَنْ كَذَبَ يَدَاكَ مَا خَلَقَ بَابًا فَهُوَ آمِنٌ
مَنْ دَخَلَ حَاسِرًا إِلَى سَفِيَاءٍ فَهُوَ آمِنٌ
مَنْ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَهُوَ آمِنٌ مَنْ دَخَلَ حَاسِرًا حَيْثُ
سَلَا حِمَى فَهُوَ آمِنٌ مَنْ دَخَلَ حَاسِرًا حَيْثُ
بَنَ خِزَامٍ فَهُوَ آمِنٌ مَنْ دَخَلَ تَحْتَ لَوَاذِ
الْجِ رَوِيحَةٍ فَهُوَ آمِنٌ۔

ترجمہ:- جو شخص بظاہر سے ہاتھ روک لے اور پھر
دروازہ بند کر لے وہ امن میں ہے۔ جو شخص اہل بیت

جولہ

اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب عملوں میں سے وہ

زیادہ محبوب ہے جو دائمی ہو اگرچہ حقوڑا ہو (بخاری)

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے

کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک

نجات پا گیا وہ شخص جو اسلام لایا اور اسے بقدر ضرورت

رنق دیا گیا ہو۔ اور جتنا اسے اللہ تعالیٰ نے دیا

ہے۔ اس پر قناعت کر لینی تو نیک بھی اللہ تعالیٰ نے

دی ہو۔

پہلوان وہ شخص نہیں جو لوگوں کو بچھا ڈے

بلکہ پہلوان وہ شخص ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ کو

وہابیوں میں رحمت لقب پانے والا
مرادیں غریبوں کی بر لائے والا
مصیبت میں غریبوں کے کام آنے والا
وہ اپنے پرانے کا علم کھانے والا
فقیروں کا بلحا ضعیفوں کا ماوی
یتیموں کا دانی غلاموں کا مولی
خطا کار سے درگزر کرنے والا
بداندیش کے دل میں گھر کرنے والا
مفسد کا زہر و زہر کرنے والا
قبائل کا شیر و شکر کرنے والا
اُتر کر حرام سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخہ کیمیا ساتھ لایا

ترجمہ:- ہم نے آپ کو جہاں والوں کے لئے

رحمت بنا کر بھیجا۔ اللہ تعالیٰ نے نبی مکرم رسول معظم

سردار عرب و عجم صلعم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:-

آپ تو سارے جہاں کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گئے

ہیں۔ اگر کوئی شقی ازلی ابدی اس رحمت وافر عامہ

تاجر سے نفع نہ اٹھاتا چاہے۔ تو یہ اس کا تصور اور دماغ

کا تصور ہے۔ آفتاب عالمیت سے روشنی اور گرمی کا فیض

ہر طرف پہنچتا ہے لیکن کوئی شخص اپنے اوپر تمام

دروازے اور سوراخ بند کرے تو یہ اس کی حماقت

اور دیوانگی ہوگی۔ چشمہ آفتاب را چر گناہ

اور یہاں تو رحمت للعالمین کا حلقہ فیض اس قدر وسیع

اور فراخ ہے۔ اگر کوئی محروم القصد اس نیر اعظم سے

مستفید نہ ہونا چاہے۔ اس کو بھی کسی نہ کسی درجہ کی

بے اختیار رحمت کا حصہ پہنچ جاتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ

نے قرآن مجید میں وعدہ فرمایا ہے۔ اُمم سابقہ کی

طرح اس امت کے کافروں کو جڑ سے اکھڑ دینے

والے عذاب سے محفوظ رکھنا چاہئے گا۔ ارشاد ہوتا

ہے۔ مَا كَذَبَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَ عِبَادَهُ أَنْتَ فَخْخَمٌ
جب تک آپ ان میں موجود ہیں۔ آپ کے وجود مسعود

باجود کی برکت سے اس امت پر خواہ امت دعوت ہی

کیوں نہ ہو (یعنی کفار) ایسا عذاب نہ دیا جائے گا۔
کہ پہلی امتوں کی طرح مغبایا اور ختم کر دیا جائے۔
جناب رستخار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت
و رحمت، رفق و رافت لطف و عنایت انفرادی زندگی ہو
یا اجتماعی خلوت ہو یا خلوت یکساں ہوا کرتی تھی۔ ہر حالات
اور واقعات صاف طوطی پر اس بات کو ظاہر کر رہے
ہیں۔ کہ آپ کی رحمت کا دامن خالین معاندین متعصبین
دین کے لئے ہر وقت پھیلا رہتا تھا۔ چنانچہ
شانِ رحمت للعالمین کا مظاہر فتح مکہ کے دن اس
سلوک اور برتاؤ کے ساتھ ہو رہا ہے۔ جب اسلامی

(بہقی)

الرحمة للعالمین

جامع مسجد رحمانیہ قلعہ گوجرانگھڑ لاہور

نعت

ان جناب اخلاص صاحب کو بخشہ
پیغام حقیقت ہے پیغام محمد کا!

رحمت ہے زمانے میں اسلام محمد کا

جنت کی فضاؤں میں محسوس کیا خود کو

آیا ہے مرے لب پر جب نام محمد کا

کو نبی کے میخانے ٹھوکر پہ ہے سکی

اک بار پیا جس نے اک جام محمد کا

طغرائے مودت ہے تحریر محمد کی

توفیق شفاعت ہے ارقام محمد کا

اک نکتہ حکمت ہے ہر بات محمد کی

اک اسوہ کامل ہے ہر کام محمد کا

نقطہ بھی نہیں بدلا جبریل امین شاید

محفوظ ہے دنیا میں الہام محمد کا

اک شاہ عادل ہے ارشاد کائنات

اقدام خدا کا ہے اقدام محمد کا

طاعت کی منادی ہے ہر سانس محمد کی

اٹھتا ہے سوئے وحدت ہر کام محمد کا

پر جوش اذانوں میں بجتا ہے یہاں ٹکا

ہر صبح محمد کا ہر شام محمد کا

آواز محمد کا اقراء کی بشارت ہے

اممت کی نعمت ہے انجام محمد کا

کرتی ہے طواف اس کا جنتیں و صواب

خود کعبے نے باندھا ہے احرام محمد کا

چنانچہ عکرمہ حاضر خدمت ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے
دیکھ کر اخلاق کو اور آپ کے الطاف کو
غیر بھی کہتے ہیں تم ہو رحمتہ للعالمین
انہیں میں سے صفوان بن امیہ بھی تھے۔ یہ رسول
اکرم صلعم کے جانی دشمن تھے۔ فتح مکہ کے دن یہ بھی
بھاگ گئے۔ ایک صحابی نے ان کے لئے بھی امن کی
درخواست کی۔ آپ نے امن عطا فرمایا۔ اور خاص مکت
امن کیلئے اپنی پگڑی مبارک جو آپ باندھے ہوئے
تھے عطا فرمائی صحابی نے جاکر کہا اَشْأَ اَحْلَمْنَا لَنَاسٍ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا بھر سے زیادہ حلیم ہیں۔
چنانچہ صفوان حاضر خدمت ہوا اور کہا۔ آپ مجھے ووداہ
کی جہلت دیں۔ تاکہ میں سورج لوں، آپ نے ارشاد فرمایا
تم کو چارواہ کی جہلت دی جاتی ہے۔ آخر کار اس رحمت
و شفقت کو دیکھ کر نہ دل سے مسلمان ہو گیا۔

اس رحمت عامہ کی نظیر اس آسمان کے نیچے صغیر
مستی پر کہیں بھی نہیں ملتی جس انسان کی ساری زندگی مخالفت
لغات شرارت میں گزرتی۔ اعلان قتل بھی ہو چکا لیکن کسی
کی درخواست پر اپنا عامہ بطور نشانی ارسال کرتے
ہیں اور ووداہ کی جہلت کی بجائے چارواہ کی رحمت
دیتے ہیں۔

انہیں میں سے وحشی بن حرب ہیں۔ جس نے
احمد کے دن سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت
حمزہ کو شہید کیا تھا۔ فتح مکہ کے دن یہ بھی بھاگ
کر مخالفت چلے گئے۔ مگر بعد میں کلمہ شہادت پڑھتے
ہوئے حاضر خدمت ہوئے۔ آپ نے ان کا اسلام
قبول کیا لیکن ساتھ ہی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے۔
حضرت سید الشہداء کی صورت سامنے آگئی۔ آپ نے
فرمایا تم میرے سامنے نہ آیا کرو۔ حضرت وحشی نے
اس کی تلافی یوں کی اسی آلہ کے ساتھ مسیلمہ کذاب
کو جس نے دعویٰ نبوت کیا تھا جہنم رسید کیا۔
ابو صفیان کی بیوی ہندہ کو بھی امن دیا گیا۔ یہ وہ عورت
ہے جس نے حضرت حمزہؓ کا کلیجہ کچا چھایا تھا اور
وحشی کو لالچ اور طرح دے کر اسی عورت نے منہ کرایا
تھا۔ یعنی منہ کا حلیم لیکا ڈر دیا تھا۔ ناک۔ کان۔ ہونٹ
کاٹ کر الگ دھاکے میں پرو لئے تھے۔ اتنے ظلم
بستم جو روحہا کے باوجود رحمتہ للعالمین نے معاف
کر دیا۔ اور اپنے زمانہ رحمت میں پناہ دے دی
صلی اللہ علیہ وسلم۔

ایک دشمن جانی اور رسول اللہ کی خیر خواہی

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک غزوہ سے فارغ ہو کر
مدینہ منورہ واپس ہو رہے تھے۔ راستے میں بارش سے
لباس مبارک بھیگ گیا۔ آپ نے قمیص مبارک خشک کرنے کی

کے گھر میں پناہ لے وہ بھی ماموں جو مسجد حرام میں
داخل ہو جائے وہ بھی محفوظ جو ہتھیار ڈال دے
وہ بھی مصون جو حکیم بن حرام کے گھر میں چلا جائے وہ
بھی مطمئن اور جو شخص ابی روحمہ کے جھنڈے کے نیچے
آجائے وہ بھی امن میں۔ امن کی اتنی آسان ترین
صور توں اور تجویزوں کے باوجود کوئی بزمتم ہی ہوگا
جران سے نفع نہ اٹھا سکے۔ البتہ چند مردوں اور چند
عورتوں کے بارے میں قتل کا حکم دے دیا گیا تھا جس
جگہ مل جائیں قتل کر دیئے جائیں۔ بالآخر ان کو بھی معافی
مل گئی اور سچے مسلمان بن گئے۔ چنانچہ اس اُمت
کے فرعون بے عون (ابو جہل) کا بیٹا عکرمہ اس قتل
کی خبر سن کر بھاگ نکلا وہ حضور پر نور کو تکلیف دہی اور
ایذا رسانی میں اپنے باپ ابو جہل کے مشابہ تھا۔ مگر
اس کی بیوی ام کلثیم مسلمان ہو گئیں اپنے خاوند کے
لئے امن حاصل کر کے تہ نش میں نکلیں۔ آخر پالیا اور کہا
جَنَّتْ مِنْ حَيْدٍ اَحْلَمْنَا لَنَاسٍ۔ میں ایسے شخص سے
ہو کر آئی ہوں جو دنیا میں سب سے زیادہ حلیم اور کریم ہیں۔

الکلمہ

— عبداللہ بن عمرو بن العاص فرماتے ہیں رسول اللہ
صلعم نے فرمایا کہ جس شخص سے علم کی کوئی ایسی بات پوچھی
جائے جس کو وہ جانتا ہے اور وہ اس کو چھپائے۔
تو قیامت کے دن (اس کے منہ میں) آگ کی لگام
وی جائے گی۔

— عبداللہ بن عمرو بن العاص فرماتے ہیں رسول اللہ
صلعم نے فرمایا ہے۔ عادل و منصف حاکم خدا کے
ہاں وفد کے ممبروں پر اور اللہ کی دائیں طرف ہونگے
اور قدرت کے دونوں ہاتھ دابھتے ہیں (یعنی
وہ عادل حاکم جو اپنے احکام میں اپنے اہل و عیال اور
اپنی ولایت و حکومت میں عدل کرتے ہیں مسلم)

— عمرو بن العاص فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ
صلعم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جس قوم میں زنا ظاہر ہوتا
ہے (یعنی پھیل جاتا ہے) اس قوم کو قحط پکڑ لیتا ہے
اور جس قوم میں رشوت پھیل جاتی ہے اس پر
رعب غالب ہو جاتا ہے۔

— دنیا میں ایسے رہو جیسے کوئی مسافر بارگاہِ نبوت
ہے۔ زیادہ ٹھٹھا نہ بناؤ۔

ہوائیں اٹھتی رہتی ہیں۔
لیکن اِنَّا خَنَّا نَزَّلْنَا الذِّكْرَ
وَ اِنَّا لَكَا فَظُّوْنَ کا معیاری تیل اُسے بجھنے نہیں
دیتا!!

بقیہ بچوں کا صفحہ

(ص ۲ سے آگے)

میں ایمان کے بعد دوسرا درجہ اسی حق
گوئی کو حاصل ہے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”تم
میں جو شخص برائی کو دیکھے، اس
کو ہاتھ سے مٹانے کی طاقت
رکھتا ہو تو ہاتھ سے مٹائے ورنہ
زبان سے اگر اس پر بھی قدرت نہ
ہو تو دل میں بُرا جائے۔ مگر یہ ایمان
کا سب سے کمزور درجہ ہے۔“

انسان کے اخلاق ذمہ میں سب
سے بُری عادت جھوٹ ہے۔ خواہ زبان
سے بولا جائے۔ یا عمل سے ظاہر کیا
جائے۔ اس لئے نبی کی پہلی صفت
یہ ہے۔ کہ وہ جھوٹ نہ بولے۔
روم کے قیصر نے اپنے دربار میں
ابو سفیانؓ سے جو باتیں دریافت
کی تھیں۔ ان میں یہ بھی تھا کہ مکہ
کا مدعی اپنے دعویٰ نبوت سے پہلے
کبھی جھوٹ بولتا تھا؟ ابو سفیانؓ نے
جواب دیا ”نہیں“ قیصر نے کہا کہ وہ
بندے پر جھوٹ نہیں باندھتا وہ خدا
پر کیسے باندھ سکتا ہے؟“

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت
ہے کہ ایک شخص حضورؐ کی خدمت میں
حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ”یا رسول اللہؐ
جنت میں لے جانے والا کام کیا ہے؟“
فرمایا۔ ”سچ بولنا“! جب بندہ سچ بولتا
ہے تو نیکی کا کام کرتا ہے۔ جو نیکی
کا کام کرتا ہے۔ وہ ایمان سے بھرپور
ہوتا ہے۔ جو ایمان سے بھرپور ہوتا
وہ جنت میں داخل ہوتا“ اس نے پھر
پوچھا کہ ”یا رسول اللہؐ دوزخ میں لے
جانے والا کام کیا ہے؟“

فرمایا ”جھوٹ بولنا۔ جب بندہ جھوٹ
بولے گا تو گناہ کا کام کرے گا۔
جب گناہ کا کام کرے گا تو کفر کرے گا۔ جب کفر
کرے گا۔ تو دوزخ میں جائے گا۔“
خدا ہم سب کو اس بلا سے محفوظ رکھے
رکھے اور سچائی پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

بقیہ سرکائنات کی حیات بشارت کے تین دور

(ص ۱ سے آگے)

تعداد ایک ہزار اٹھارہ سے متجاوز نہیں ہوتی۔ مگر اتنی
اموات کا ہو جانا جب ہی کم نظر آئے گا کہ ہم آج
کے نیویارک۔ لندن۔ دہلی اور کراچی کے ان
حادثات کو دیکھیں جو عام سڑکوں پر موٹر وول اور
لاریوں کی وجہ سے ہر روز ہوتے رہتے ہیں۔ آجکل
ہوس ملک گیری کی بڑی بڑی لڑائیوں کا تذکرہ کیا
معمولی معمولی جھڑپوں میں کام لےنے والوں کی تعداد
ہزاروں لاکھوں تک پہنچ جاتی ہے۔ مدینہ طیبہ کی
دس سالہ نبوی زندگیؐ کی تمام مظلومی کا صلہ و
شرہ تھا۔ یہاں آنحضرتؐ کی سبکی و بے بسی۔ ہر قسم
کی فوقیت، بالادستی اور برتری میں تبدیل ہو چکی
تھی۔ یہاں تک کہ جب آنحضرتؐ کی سر زمین
میں دوبارہ فاختہ شان کے ساتھ دس ہزار صحابہ
کلام کی حیثیت کے ساتھ داخل ہوئے۔ تو آنحضرتؐ کے
برے برے دشمن حراست میں لے لئے گئے۔ کل
کے وہی ظالم و جاہل آج آنحضرتؐ کے رحم و کرم پر
زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو چکے تھے۔ تمام مجرم اپنے
سابقہ جرائم اور مظالم کو یاد کر کے لرزہ بر اندام
ہو رہے تھے۔ مگر آنحضرتؐ نے باوجود قدرت و طاقت
کے تمام مجرموں کو معاف فرماتے ہوئے فرمایا

لَا تَنْزِیْبَ لِحُكْمِ اِلٰهِمُ اِذْ هُوَ اَمَّا نَسْتَمِ الْاُطْلُقَا
جاء تم پر کوئی گرفت نہیں۔ تم سب آزاد ہو
کیا دنیا کی تاریخ عقو و دہ گزردی کوئی ایسی
تغیر پیش کر سکتی ہے۔ جس میں کسی ستم رسیدہ اور مصیبت
زدہ نے اپنے ایذا رسانوں کو اس دریا دلی سے
معاف کر دیا ہو۔

اِذَا جَاءَ لِقَاؤُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ
کی گھنٹی بج چکی تھی۔ وَاللّٰهُ مُتِمِّمٌ مَّا نَشَاءُ کے
خدا کی وعدے پورے ہو رہے تھے۔ اطراف و دنیا
سے لوگ آ کر حلقہ اسلام میں داخل ہونے شروع ہو
گئے تھے۔ کہ آنحضرتؐ حجۃ الوداع کے موقع پر ایک
لاکھ چالیس ہزار کے مجمعے میں باجمعی معاملات میں
صفائی۔ قتل و مقتلہ سے دوری۔ میاں بھوی کے
حقوق پر مشتمل ایک بسیط اور تاریخی خطبہ بنا رہے
تھے۔ اور تلقین فرما رہے تھے کہ مسلمان کا قرآن
حکیم کے احکام پر کار بند رہنا ہی ان کی دنیاوی و
آوردی خوشحالی کی ضمانت ہے کہ اسی مقام پر
اَلْیَوْمَ اَحْمَدْتُ لَكُمْ دِیْنََکُمْ کی ربانی تحسین و
آفرین لے کر سالہ ماہ ربیع الاول یوم دو شنبہ
کو آسمان نبوت کا یہ آخری آفتاب افق عالم
سے غروب ہوا۔ اور اس کمال کے بعد غروب
ہوا کہ رہتی دنیا کے لئے شاہراہ زندگی پر
ایک ایسا چراغ روشن کر گیا۔ جس کو بجھانے اور
مٹانے کے لئے اطراف و جوانب سے مخالفت

بقیہ و مَا ارسلناک الا بالحق (مٹا دے آگے)
غرض سے درخت پر لٹکا دی اور خود درخت کے نیچے آرام
فرمانے لگے اور نیند آگئی۔ یکایک ایک دشمن دین نے اس
سنہری موقع کو غنیمت سمجھا۔ فوراً تلوار درخت سے اتار کر
سونت لی۔ اور آپؐ کو بیدار ہو گئے۔ پوچھنے لگا۔ کاب
بناد تم کو مجھ سے کون بچانے والا ہے؟

آپؐ نے فرمایا اللہ۔ یس کہ اُس پر دہشت
اور رعب اس قدر طاری ہو گیا کہ تلوار اس کے ہاتھ
سے گر پڑی۔ آپؐ نے آگے بڑھ کر تلوار اٹھالی اور
اُس سے مخاطب ہو کر پوچھا اب مجھ کو کون بچھائے گا
وہ عاجزی اور منت سماجت کرتے ہوئے کہنے لگا اب
تیرے سوا کوئی نہیں پاسکتا۔ آپؐ نے یہ سن کر تلوار
کو نیام میں کر لیا اور فرمایا جاؤ تم آزاد ہو۔ وہ اس
رحمت کو دیکھ کر فوراً مشرف باسلام ہو گیا اور اپنے
قبیلہ کو بھی ترغیب دے کر مسلمان کر لیا۔

ایک مرتبہ جناب رحمۃ اللعالمین خاتم النبیین شفیع
المرزبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبلیغی سلسلے میں طاقت
تشریف لے گئے۔ یہاں کے ہمزادوں اور چوبندوں
سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ ان میں سے ایک بولا کہ خدا
کو تیرے سوا اور کوئی رسول بنانے کو نہ ملا۔ دوسرا
بولا اگر رسول بننا ہی تھا تو کسی امیر اور سردار کو کیوں
نہیں بنایا۔ آپؐ نے تبلیغ شروع فرمائی۔ بجائے ضیانت
اور جہانی کرنے کے بد باتوں اور غلاموں ٹرول
کو بھکا دیا اور سکھایا ان پر پتھر پھینکو اور گالیاں دو۔
”تاہیاں بجاؤ۔ انہوں نے وہ حوالت شنیدہ کیں سنکر بدن
پر رونگٹے کھڑے ہوئے ہیں۔ اس قدر پتھر مارے کہ
جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم خون میں مٹا اور
ہو گئے اور آپؐ کے تمام حضرت زید بھی ساتھ تھے۔
وہ آبادی سے باہر لے گئے۔ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم
پر بے ہوشی طاری ہو گئی۔

جب آپؐ کو ہوش آئی تو خادم نے عرض کی :-
”یا رسول اللہؐ ان ظالموں فاجروں کافروں
کے بارے میں بددعا فرما دیجئے“

رحمۃ اللعالمین نے جواب میں فرمایا:-
اَللّٰهُمَّ اٰھِلَ بَیْتِیْ سَلِّمْ وَسَلِّمْ عَلَیْکُمْ
(اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے یہ مرتبہ نہیں بچتے)
فردوسی اسلام نے دل ہلا دینے والا نقشہ اپنے کلام
منظوم میں یوں کھینچا ہے :-
یہ ابرطفت حس کے سایہ کو گشتی ترستے تھے
یہاں لطافت میں اس کے جسم پر پتھر برستے تھے
وہ سینہ جس کے اندر نور حق مستور رہتا تھا
وہی اب شوق ہوا جاتا تھا اس سے خون بہتا تھا
آپؐ سے جب بددعا کی خواہش کی گئی تو فرمایا

جناب رحمۃ اللعالمین نے فرمایا :- کہ میں اس دہریہ قریب غیب کی نہیں یا
میں نے کسی میں کوئی قرآنی کی طاقتوں بشر میں کجیوں کیوں تائی ہی کی طاقتوں
دعا کی الہی قوم کو ختم بصیرت دے!
الہی رحم کر ان پر انہیں نور ہدایت دے

حقیقی عید میلاد النبی

از جناب مولانا محمد صابر مسجد لائسن دہلی شیرانوالہ لکھنؤ

دنیا کے نوکیلی تہذیب اور نئی روشنی نے اکثر چیزوں کو (خواہ وہ دینی ہوں یا دنیوی) فیشن و فیشن اور ظاہر واداری کے میدان میں لاکھڑا کر دیا ہے۔ جس سے حقیقت اور اصلیت کا آفتاب جلت کی خود پسندی اور آذادی کے غبار سے نقاب پوش ہو جاتا ہے۔ مثلاً فن طبابت جس سے جسمانی صحت کو بحال رکھنے کے لئے علاج کیا جاتا ہے۔ اور نسخے تجویز کئے جاتے ہیں مریض کو پرہیز بتلایا جاتا ہے۔ تاکہ جسمانی روگ کا فوراً ہو جائیں یہ اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوق کے حق میں بڑا انعام اور فضل ہے۔ نشان ربوبیت کا یہی تقاضا ہے کہ جس چیز کی ضرورت پڑے وہ پہلے سے ہی مہیا کر دی جاتی ہے۔ غرضیکہ بیماری بعد میں لاحق ہوتی ہے۔ دوا میں اور نسخہ جات پہلے ہی موجود ہوتے ہیں۔ اور پھر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان یہ ہے کہ اس فن طبابت کی صحیح خدمت کرنے کے لئے مشاقق میں سے عالی دماغ اور روشن ضمیر ممدوی مخلوق کا جذبہ رکھنے والے افراد پیدا کر دئے۔ ان میں سے قریب تر زمانہ کی شخصیت حکیم اجل خاں مرحوم ہیں۔ کہ انہوں نے اشتہار بازی اور بورڈ نوپسی کی مصنوعی نمائش سے اپنی شہرت نہیں پیدا کی بلکہ خلوص نیت اور ممدوی خلوق کے جذبے نے اور طبابت کی صحیح خدمت نے انہیں تمام ملک میں شہرت دیدی اور اطراف و جوار سے لا علاج مریض آ کر ان کی خدا داد قابلیت سے فیضیاب ہونے لگے۔ لیکن آجکل کے اکثر خود غرض اطباء نے اپنی دکاہیں چلانے کے لئے تصنیع اور ظاہر واداری سے وہ کام لیا کہ جب کبھی جسمانی صحت کے لا علاج اور غناک مریض اطباء کی دوکانوں پر خصوصاً اور لگی کوچوں اور بازاروں میں عموماً لا علاج بیماریوں کے تیرہ ہفتہ بشرطہ علاجوں کے آویزاں ہو کر بیٹھتے ہیں۔ اور کبھی کبھی بازاروں میں اشتہار بازی کی سرگرمی دیکھتے ہیں تو صحت کے بحال ہونے کی امنگیں اور امیدیں انہیں کشاں کشاں الودود غرض اطباء کے پاس سے جاتی ہیں۔ جو طبع و علاج اور ذہنی کی جا پر مصنوعی

قابلیت کے لیبل لگا کر رکھتے ہیں کہ سل اور دوق وغیرہ کے مہلک امراض کا شرطیہ علاج ہمارے ہاں ہوتا ہے۔ لیکن پانچوں انگلیاں ایک جیسی نہیں ہیں جس جب مریض کو کافی سرمایہ خرچ کرنے کے بعد مایوسی ہو جاتی ہے تو ان کی عقیدت ان اطباء کو پرچار آسنو بہا دیتی ہے۔ اسی طرح فن طبابت کی اصلی غرض اور حقیقت مفقود ہو گئی۔

اللہ تعالیٰ چونکہ رب العالمین ہے اس لئے اس نے روحانی صحت بحال رکھنے کے لیے بھی نسخہ جات کا مجموعہ قرآن نازل فرمایا۔ جس کے اہر خصوصی نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ یہ طب بھی نرالی اور طبیب بھی نرالی ہے۔ چونکہ اعلان خداوندی ہے۔ اِنَّا نَخْرِجُ نَزْلًا مِّنَ السَّمَاءِ وَاتَّاتَانَا لِحَافِظُوْنَ۔ رہم نے ہی قرآن مجید کو نازل فرمایا اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔

جس کی حفاظت احکم الحاکمین نے اپنے ذمے لے رکھی ہے اس کو کوئی طاقت خالص نہیں رکھتی اور حضور کی شان میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ وَكَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ یعنی حضور کی فطرت اور عادت ہی قرآن تھا۔ گو یا ایک تو قرآن مجید کا غرہ لکھا ہوا نظر آتا ہے لیکن اگر کسی نے چلتا پھرتا اور بولتا چلتا قرآن دیکھنا ہو تو وہ رسول خدا ہیں۔ لہذا روحانیت کے لئے مژدہ جانفزا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مسعود اور آپ کی سیرت ہے جو کہ روحانی بیماریوں کے لئے چشمہ آب حیات ہے اور آفتاب کی روشنی سے زیادہ سریع الاثر ہے لیکن جدت پسند ظاہری ناکشی لوگ بدعات کے غبار سے سیرت رسول کے عتاب کو گدھلا کر ناچاہتے ہیں۔ پھل کول کھڑکھڑا اور حضور کا نام لیتے مسلمان ہو گا جس کو آپ کے دنیا پر تشریف لائے کی کمال خوشی حاصل ہوگی لیکن وقتی طور پر ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو ناکشی فیشی اور جذباتی خوشیاں کر کے سالہا سال حضور کی سیرت سے روگردانی کرنا کیا اس سے روحانیت کا حق ادا ہو جاتا ہے اور کیا حضور کی دنیا میں تشریف آوری کی حقیقت ظاہر ہو جاتی ہے۔ ہمیں سوچنا چاہئے

کہ کہیں یہ میلاد النبی کا شہر تو نہیں اور ہم ظاہر واداری کے فیشی اور مصنوعی دعویدار بن کر روحانیت پر ظلم تو نہیں دھارتے۔ مَا أَحَدٌ شَقَّ قَوْمًا بِمَعْنَى الْأَرْحَامِ مِثْلَهُ مِنَ الشُّنَّةِ وَالْحَدِيثِ

یعنی جب کبھی کوئی قوم بدعت ایجاد کرتی ہے تو اسی قدر سنٹ اٹھالی جاتی ہے۔ جب یہ مسلمان ظاہر واداری سے عید میلاد النبی کا تہوار منانے لگے۔ اسی وقت سے ان سے سنت پر عمل کرنے کی توجہ سلب کر لی گئی ہے۔ کیونکہ اسلامی تہواروں کا فقر فقط اللہ اور اس کے رسول کا حق ہے وہی مانگتے ہیں کہ مشب قدر کی رات کو عبادت کرنا ہر چہ عین کی عبادت سے بہتر ہے۔ اور رمضان المبارک کی عبادت کا درجہ دوسرے مہینوں سے ستر حصے زیادہ ہے اور مشب برات یعنی پندرہویں شبان کی رات کو اللہ تعالیٰ کی تجللی آسمان ہے دنیا پر آجاتی ہے۔ لہذا رات کو عبادت میں کمر بستہ رہنا چاہئے اور ان کو روزہ رکھنا چاہئے۔ عید النبی کو قربانی کرنا سنت الہی ہے علی بذالقیاس دوسرے ثابت شدہ اسلامی تہوار ہیں۔ لیکن ہمیں حق حاصل نہیں۔ ہم اپنی طرف سے کہیں کہ فلاں رات یا دن اللہ کے ہاں محبوب ہے۔ جو کہ اس کی طرف سے ثابت نہ ہو۔ ہم تو کوئی چیز نہیں۔ جبکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جن کو اللہ تعالیٰ نے دین حق کا نمونہ بخشا ہے۔ اور دربار نبوت سے ان کے طریقے اور اسوۂ حسنہ کو اپنانے کی تاکید بر آتی ہیں۔ انہوں نے بھی جرأت نہیں کی جو کہ ان زمانہ ہم نے کر دکھائی ہے۔ یہ عید میلاد ای زمانہ کی ایجاد ہے۔ مولوی عبدالمجید قرشی۔ سند پٹی نے علمائے کرام سے پوچھا کہ ۱۲ ربیع الاول کو اگر حضور کی سیرت بیان کرنے کے لئے تقریریں کی جائیں تو کوئی حرج تو نہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ دوسرے دنوں میں بھی تقریریں ہوتی ہیں۔ اگر اس دن بھی کر لی جائیں تو کوئی حرج نہیں۔ اب اس پر آہستہ آہستہ یہ ترقی ہوئی کہ جلس بینڈ باجول کی آب و تاب کے ساتھ نئے شروع ہو گئے اور جو شخص ان کی اقتداء نہ کرے اس کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا جائے لگا۔ اگرچہ وہ شخص ہر وقت حضور کی سنت پر عمل کرے والا اور عاشق رسول ہی کیوں نہ ہو۔ حالانکہ عید میلاد النبی کے منانے کا صحیح طریقہ جو احادیث سے ثابت ہے وہ یہ ہے کہ ہر مجلس میں دوسری گفتگو کے ساتھ ساتھ اللہ اور اس کے رسول کی باتوں کا بھی تذکرہ کر دیا کر۔ تاکہ وہ مجلس خیر و برکت سے خالی نہ رہے۔ تو گویا کہ ہر سال کے ہر مہینے اور ہر ہفتے اور ہر دن اور ہر گھڑی میں حضورؐ کی یاد

کی دنیا میں تشریف آوری کی خوشی منانے کی تعلیم دی گئی ہے۔ لیکن انہوں نے فیضی اسلام کے مدد سے مسلمان قوم اسلامی رہنمائی کو کھو چکی ہے جس سال کے بعد رنگ رہاں کر لیں۔ اگرچہ عقیدت کی ٹکا ہن لینن اور سٹائن کی طرف لگی ہوئی ہوں۔ تو کیا اسی کا نام عید میلاد النبی ہے سہ

تغیث سے جینا تجمل سے مرنا یہ ہیں ان کی خوشیاں یہ ہیں ان کے اذان اللہ نے قیامت کے دن دنیا والی عقل کے مناسب حال حساب کتاب لینا ہے کہ بناؤ عاشق! اپنے معشوق کی ہر ادا پر فریفتہ نہیں ہوتا۔ میرے رسول کی عید میلاد کرنے والے جھوٹے عاشقوں نے دنیا میں مجازی عاشقوں سے ہی رسم عشق بازی کا سبق سیکھ لیتے۔ اے نئی دنیا! تو ہی بنا کیا یورپ کی اُلفت اور فرنگی کے عشق نے ہر مہینہ یہاں تک نہیں پہنچا یا کہ علیے تو بگڑے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اندر کی حالت خدا جانے ایک مغربیت زدہ جٹھلیوں نے گاڑی کے سفر کے دوران میں ایک انگریز کو کسی اسٹیشن پر گرم چائے میں برت کو ڈبوئے دیکھا، تو گھر آکر اپنی والدہ سے کہنے لگا کہ چائے بناؤ اور خود بازار سے برت خرید کر لے آیا۔ جب گرم گرم چائے والدہ نے پیش کی تو وہ اس میں برت ڈبوئے لگے۔ والدہ نے پوچھا۔ بٹیا یہ کیا تو اس نے جواب دیا کہ ایک انگریز کو میں نے دیکھا۔ تھا۔ کہ اس نے برت ڈبو کر چائے پی بھی۔ یہ انگریز پرستی کا انتہا ہے۔ انہوں نے کہ اگر مغربی تہذیب کے دواوہ نو جوان کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی برت کے ساتھ اس سے سوال حقہ بھی لگے دے ہوتا تو یہ عید میلاد النبی صحیح طریقہ پر منا کر دینا اور آخرت دونوں جگہ سرخرو ہوتے۔ اللہ عالم الغیب ہیں۔ انہیں معلوم تھا کہ مسلمان عید میلاد النبی کا ہتوار منائیں گے۔ لہذا اس نے حضور کو اسی بارہ ربیع الاول کے دن اس چاند فانی سے اٹھا لیا۔ گویا اس دن کی خوشی کے ساتھ غنی بھی مل گئی۔ اے عید میلاد کے جلوس نکالنے والو! تمہیں غنی بھول گئی۔ تم نے ایک پہلو لے لیا اور دوسرا چھوڑ دیا۔ میٹھا میٹھا ہارپ اور کڑوا کڑوا تھوہر حقیقت میں نہ خوشی اور نہ غمی کا ہتوار ہے بلکہ حضور کی ساری زندگی کی طرح اس میں ہمارے لئے بے شمار سبق ہیں۔ ہم سبق تو حاصل نہیں کرتے۔ بہت جذبات اور رسم کو لئے پھر رہے ہیں۔

ایک فیصلہ

اگر ہم لوگ لغو ذرا باللہ حضور کو فقط چھریں

عید اللہ سمجھیں۔ محمد رسول اللہ نہ مانیں۔ تو پھر مروجہ عید میلاد بالکل ٹھیک ہے۔ جیسے اور بڑے لوگ مثلاً ٹیڈر یا بادشاہ نواب اور قابل خرمینوں کے یوم ولادت منائے جاتے ہیں۔ عید میلاد بھی اسی طرح منائیے۔ لیکن اگر ہم لوگ حضور کو خدا کا نبی اور رسول بلکہ خاتم الرسل اور سید الرسل سمجھیں تو پھر بتلائیے کہ حضور خدا الی و امی کو ہم دوسری شخصیتوں پر اس معاملہ میں کوئی غور نہیں دی۔ اس حالت میں میں تو آپ کو سب سے بالاتر حیثیت دینی پڑے گی وہ یہ ہے کہ حضور علی الصلوٰۃ والسلام کے دنیا میں تشریف لانے کی خوشی ہر وقت ہو اور جیسا کہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے۔

مَنْ أَحْيَا سُنَّتِي فَقَدْ أَحْيَا نَبِيَّ
وَمَنْ أَحْيَا نَبِيَّ فَقَدْ أَحْيَا نَبِيَّ

ترجمہ: جس شخص نے میرے طریقے کو زندہ کیا۔ پس تحقیق اس نے مجھے زندہ کیا۔ اور جس نے مجھے زندہ کیا پس وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔

لہذا ہمیں ہر آن میں زندگی کے ہر شعبے میں اور نشست و برخاست جلوت و خلوت ہر حالت میں حضور کی سیرت کا نقشہ عملاً سلنے رکھنا چاہئے۔ بھلا جو شخص عملاً آپ کی زندگی سے متفق نہیں۔ اس کو آپ کی دنیا میں تشریف آوری کی کیا خوشی ہوگی۔ بلکہ اگر وہ دعویٰ بھی کرے تو وہ جھوٹا سمجھا جائے گا۔ اس تنقید کا مقصد صرف حضور کے اتباع کی طرف توجہ دلانا ہے اُدْحِیْ نَفْسُیْ اَوْ لَا وَ اِنَّا كَا
لَجَدَا

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ پہلے مجھے اپنی خامیوں

کو دور کرنے کی توفیق دے اور بعد اس کے مسلمانوں کو سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین

آج کے دن ہے اور سیرت سلطان مدینہ ہانی کوئی نظر نہ دیکھتے۔ حضرت آپ صحابہ کرام کی زندگی کے متعلق ہمیں فرمائیے کہ کسی بھی آپ نے فرمایا کہ اگر وہ تمہیں دیکھ لیں۔ تو کہیں کہ یہ تو پرے درجہ کے شخص اور بے دین ہیں۔ اگر تم انہیں دیکھ لو تو سمجھو کہ یہ تو کوئی دیوانے ہیں۔ گویا کہ وہ حضور کے نقش قدم پر چلنے کے لئے ایسے مستانہ دار عاشق تھے۔ ایک صحابی دیکھا گیا کہ گرمیوں میں دھوپ کے وقت دھوپ میں گرم عسک پر بیٹھا ہوا ہے۔ جب اس سے دھوپ چھٹی گئی تو اس نے بتایا کہ یہاں حضور ایک دفعہ تشریف فرما ہوئے تھے۔ حالانکہ اس سے پہلے وہاں کوئی درخت موتا تھا تو حضور جنگ سے واپسی پر وہاں تشریف فرما ہوئے تھے سہ

یہ رہنمائی باحسب کو مل گیا ہر مدنی کے واسطے دار و درمیان اے اللہ ہم سب مسلمانوں کو حضور کے نقش قدم پر چلنے کا صحابہ کرام کی طرح ذوق عطا فرما اور ہمیں توفیق دے۔

صرف نبوت کا دروازہ بند ہو گیا تمام کمالات بنوہ امت میں چھپا رہے ہیں۔ اب ہی اہل دل عدا سے کلام و صوفیائے عظام موجود ہیں۔ جو کہ علیٰ علم ہر لحاظ سے رسول خدا کے نقش قدم پر چلنے کے لئے مسلمانوں کی رہنمائی کرتے ہیں۔ ان کا قالی اور حال بتاتا ہے کہ وہ عشق رسول میں بریں ہیں سہ کسی ایک جانی سے اعلیٰ غلامی کر لو طاعت اللہ سرسل کو بخائی کر لو

آپ کی قدیم اور محبوب دوکان



دھنی رام سٹریٹ انارکلی لاہور
جہاں

چینی کے ٹی سٹ۔ ڈنر سٹ۔ کافی فروٹ سٹ۔ شیشے کا اعلیٰ درجے کا سامان۔ کٹری۔ انیل ویر اور لکڑی کا زیبائشی سامان رعایت سے مل سکتے ہیں۔

اسلام میں نبوت کا تصور

راؤ ڈاکٹر محمد آصف صاحب قنداری ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ

اللہ محمد کہدو کہ میں تمہاری ہی طرح ایک بشر ہوں
فرق نہ کرنا یہ کہ کچھ پدھی کی جاتی ہے اور قرآن تمہارے

دنیا کو جو میں لانے کے بعد اس کی ہدایت ضروری
تھی اس کیلئے نئے اپنے پاکیزہ اور قبول بندے بھیجے۔
اور اچھے اور بچھے لوگوں کو پیغمبر یا رسول کہتے ہیں۔ خدا
اور کو تعلیم دیتا تھا۔ اور یہ خدا کی تعلیم سرے ہاؤن تک پہنچانے
آج دنیا میں سچائی اور نیکی کی جو بھی شعاعیں پائی
جاتی ہیں۔ وہ ان ہی کی عطف کی ہوتی ہیں۔
خدا کی غنیمت پر احساس، اچھے برے کی تیز، عدل و
انصاف کی قدر، حتیٰ کہ آواز خیال، بے دین اور خدا لوگوں کی
نکو کاری بھی بلا واسطہ یا بالواسطہ ان ہی کی برکتوں کا پرتو ہے
یہ دوسری بات ہے کہ اسے محسوس نہ کیا جائے۔ یا اس کا
اعتراف نہ کیا جائے۔

تمام انبیاء اپنے عہد کے بہترین انسان تھے خدا ان
سے راسخی تھا۔ اور وہ خدا سے راسخی تھے۔ اور اگرچہ بشریت
میں وہ عام انسانوں ہی کی طرح تھے۔ مگر اہل اور معصومیت
میں بہت بلند تھے۔ امام غزالی نے نبوت کی حقیقت بیان
کرتے ہوئے معراج القدس میں لکھا ہے کہ نبوت انسانیت کے
رتبہ سے بالاتر ہے جس طرح انسانیت حیوانیت سے بالاتر
ہے۔ امام موصوف علیہ الرحمۃ نے یہ بھی بتایا ہے کہ نبوت علیہ
اکبری اور نبوت ربانی ہے، اور سعی و محنت اور کسب و تلاش
سے نہیں ملتی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

اللَّهُ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ۚ مَا كَانَ لَهُ سِيْرٌ مِّمَّا يَفْعَلُ ۚ لَإِن كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُوا أَوْيَاْهُ ۚ يُخْرِجْكُمْ مِّنَ دِينِكُمْ ۚ وَتَرْضَوْا ۚ وَنَسْأَلُ اللَّهَ بِحُبِّهِ ۖ خَالِدِينَ فِيْهِ ۚ وَسَآءُ عُقُوْبُ الْكَافِرِيْنَ ۚ

یہ نبوت خدا کا فضل ہے۔ وہ جس کو چاہے دے۔
ہی کا مقام مصلح اور مصلح کے مقام سے اعلیٰ اور ارفع
ہے۔ تمام انبیاء پاکیزہ اور معصوم، گناہوں سے دور اور خطاوں
سے محفوظ تھے۔ ان کے پیرو گناہوں کی رہنمائی تھی، اگر وہ
خود بھی گناہ کر سکتے تو اس سعادت کے کیسے مستحق ہو سکتے تھے
اس کے برعکس اگر کسی مصلح یا مصلح کے دامن پر مصیبت کے
بھتے بھی ہوں۔ تب بھی ان کے منصب میں کوئی فرق نہیں
آتا، مثلاً ایک جید فدا سفر اور حریت کے علمبردار کی حیثیت سے
سفر طائی تنظیم ہمیشہ ہوتی رہی ہے۔ اور ہوتی رہے گی اگرچہ اس
کی بنی زندگی بہت کمزور تھی۔

قرآن مجید میں بالقرآن تمام انبیاء کی عفت کا اعلان کیا

گیسے۔ اور ان تمام شرمناک باتوں کو فراموش کیا گیا ہے۔ جو تورات
انجیل اور انفر دوسری کتابوں میں ان مضمونوں سے منسوب کی گئی
ہیں۔

وَمَا جَعَلْنَا صَالِحِيْنَ اَن يَّهْدِيَ اِلَيْهِمْ سَبِيْلًا
رَّافِقًا ۚ

خَلَّ مِنْ الصَّالِحِيْنَ ۖ اِنَّمَا يَسْبِغُ صَالِحِيْنَ مِّنْ تَحْتِ
وَاَجْتَبَيْتُمْ نَاهِيْكُمْ وَهَدَيْتُمْ اِلَيْهِمْ سَبِيْلًا ۚ
اِلَىٰ صَوَابٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۚ (البقرہ) ۱۲۹
دوسرا فرق یہ ہے کہ معصوم اور مفکرین کے برخلاف
انبیاء اپنے تمام افعال میں ہدایت ربانی کے تابع ہوتے تھے نہ خود
ان کی کوئی مرضی تھی نہ ارادہ اور وہ وہی کہتے اور کرتے تھے جس
کا انہیں خدا کی طرف سے حکم دیا جاتا تھا۔

وَمَا يَنْطَلِقُ سَكَنُ الْوَحْيِ ۚ اور وہ اپنی خواہش نفسانی سے
اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۚ کلام نہیں کرتا۔ بلکہ وہی کہتا ہے،
الغفران۔ غم جو اس کے خدا کی طرف سے کی جاتی ہے

خدا اور انبیاء کے درمیان پیام رسانی اور سفارت کا کام
عموماً فرشتوں کی وساطت سے ہوتا تھا۔ خدا کے یہ فرما ہزار
قاصد اور ایک ہمارت شمار اور بے اختیار حکم کی طرح
خدا کے حکام اس کے پیروں تک پہنچاتے تھے۔
باید ہی سَفَرِ کرام بَرَد ۚ ایسے لکھنے والے کے ہاتھوں
الغفران۔ غم جو کم اور برگزیدہ ہیں۔

لَا يَخْصُمُوْنَ ۚ اَللّٰهُ فَيَا اَمْرًا ۚ اللہ جو ان کو حکم دیتا ہے وہ اس
وَيَقْعَلُوْنَ ۚ كَاَيُّوْمٍ مَّرْمُوْنٍ ۚ میں نافرمانی نہیں کر سکتے اور وہی
تحریم کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔

ان احکام کو ہی کرتے ہیں:-

ان العرب میں وحی کے معنی حسب ذیل بتائے گئے ہیں،
"اشارہ کرنا، لکھنا اور پیغام دینا، دل میں ڈالنا، چھپا کر دینا،
اور جو چیز تم دوسرے کے خیال میں ڈالو" یعنی منہ سے لفظ نکالے
بغیر ایک شخص کا دوسرے شخص کو اپنا مفہیم سمجھا دینا اور اگر الفاظ
ہوں تو وہ اس قدر پوشیدہ ادا ہوں کہ کوئی دوسرا نہ سن سکے،
لیکن دینی اصطلاح میں لفظ وحی، کا اطلاق صرف ان باتوں
پر کیا جاتا ہے۔ جو خدا اپنے پیغمبروں پر اتارا کرتا تھا۔

ان آسمانی ہدایتوں میں کوئی بتا اپنی طرف سے رد و
ہل نہیں کر سکتا تھا۔

اور بغیر محال اگر کوئی نبی خدا کی طرف کسی ایسی بات
کے منسوب کرنے کا ارادہ بھی کرتا۔ جو اس کی طرف سے نہ
ہوتی۔ تو قبل اس کے کہ وہ اس پر عمل کر سکتا۔ خدا اس کی
زندگی ہی کا خاتمہ کر دیتا۔

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ ۚ "اور اگر وہ کوئی جھوٹ اپنی طرف سے
اَلَا تَعْلَمُوْنَ ۚ اَلَيْسَ الَّذِيْنَ لَقَعْنَا ۚ اَلَا كُنْتُمْ تَهْتَكُوْنَ ۚ

مِنْ اَلْوَتَيْنِ ۚ فَاَمَّا كَذِبُ ۚ اس کی گردن کی شریک کا ٹوٹنے
اَحَدٍ عِنْدَ حَاوِيٍّ ۚ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ جَعَلْنَا ۚ کوئی نہ کوئی چاہتا
ہشمنوں کے شر اور فتنہ سے بھی خدا اپنے نبی کی حفاظت کرتا
رہتا تھا، اور ہر حال میں ان کی ہست گیری فرماتا تھا، تاکہ وہ شریکین
خواہ و سوسوں کی شکل میں خواہ جن و انس کی صورت میں ان کو
گمراہ نہ کر سکیں۔

وَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْنَا ۚ اور اگرچہ پروردگار نے فضل و کرم نہ
وَرَحْمَتُهُ لَكُنْتُمْ طَائِفَةٌ ۚ ہوتا تو ایک گروہ سے تھے مگر وہ
مَرْمُوْمٌ ۚ اَن يَّخْلُقَ ۚ کرنے کا ارادہ لیا تھا، اور وہ
وَمَا يَخْلُقُ ۚ اَلَا تَعْلَمُوْنَ ۚ گمراہ نہیں کریں گے لیکن خدا اپنے
وَمَا يَخْلُقُ ۚ کو اور تجھے کچھ بچا انسان نہ پانچا
میں مشیت، اور قرآن کیا، سبکیں گے۔

انبیاء کے سامنے نہ بارگاہی ہوتی تھی نہ شہداء، ال، اپنی
عظیم امثال خدمت کے معاوضے میں وہ عزت، شہرت
طاقت، حکومت، مال اور دولت کے ہائے لوگوں
سے تقویٰ اور چھپینہ گاری ہی مانگتے تھے۔ ان کا کام نفس
اللہ کے لئے تھا۔ اور ان کا اجر بھی تمام تر اللہ ہی کے پاس تھا
لِقَوْمٍ لَا اَسَدُ لَكَ ۚ میں اپنی نصیحت کی تم۔
عَلَيْكَ اَجْرًا ۚ اِنِّيْ اَجْرِيْ ۚ اُجْرَتِ نَبِيٍّ ۚ میرا اجر تو
اَلَا عَلَيَّ ۚ اَلَا كَذِبِيْ ۚ اس پر ہے جس نے مجھے پیدا
الغفران۔ جو دہ کیا۔

وَلِقَوْمٍ لَا اَسَدُ لَكَ ۚ میں اپنی تبلیغ کے عوض میں تم
عَلَيْكَ ۚ اَلَا اِنِّيْ اَجْرِيْ ۚ سے مال و دولت کا خواہاں
اَلَا عَلَيَّ ۚ نہیں ہوں میرا تو جس حد تک پانچ

سب سے بڑا فرق شخصیت اور منصب کی جامعیت
کا ہے۔ مصلح کا فرض تو میں ایک آواز بار بار کر کے
ختم ہو جاتا ہے۔ مفکر کا کام فکر کی انجمن میں نئی تعمین روشن
کرنا ہے۔ اور بس۔ لیکن نبوت حیات انسانی کے تمام
گوشتوں کی احاطہ گیر ہوتی ہے، یہ بات بھی دینا نے پیغمبر
اسلام کی وساطت سے جانی۔ یہودیوں کے وہاں نبوت
کے معنی پیشین گوئی کے تھے۔ نبی وہ صرف اس کو کہتے
تھے۔ جس کی بابت الملح بالغبیب کا عہدہ رکھتے تھے اور

سمجھتے تھے۔ کہ اس کی دعائیں اور بددعائیں اثر جاتی ہیں یا ہی صول
کی بنا پر وہ اکثر جمیل القدر انبیاء کے درجہ میں کاہنوں
کو زیادہ قابل احترام خیال کرتے تھے۔ انجیل میں بھی نبوت
کی کوئی صاف اور واضح تصویر نہیں پائی جاتی ہے ورنہ
یہ نہ کہا جاتا کہ مجھ سے پہلے جو آئے وہ چور اور ڈاکو تھے۔

تخصرت صمم نے بتایا۔ کہ انبیاء ہادی رہنما
نذیر (بشار کرنے والے) داعی (خدا کی طرف بلانے والے)
نبی (خوشخبری سنانے والے) معلم (سکھانے والے)
نبی (خدا کے احکام پہنچانے والے) نور و روشنی حسین
خدا کی صفات بیان کرنے والے) مرکزِ پاک و صاف
کرنے والے) حاکم (فیصلہ کرنے والے) مصلح (درجہ
الاطاعت) آمر حکم دینے والے) ناہی (منہ کرنے والے)
صاحبِ حکمت اور صاحبِ خلقِ عظیم ہے۔

اسلام کے پہلے ہر قوم اس دھم میں مبتلا تھی کہ وہی خدا کی محبوب اور مخصوص قوم تھی۔ اور صرف اسی کی سر زمین روحانی پیشواؤں کا مسکن بننے کے لائق تھی۔ باقی تمام قومیں فیوض ربانی سے محروم تھیں، چہندو آریہ ورت ہندوستان ہی کو دیوتاؤں کی جگہ جھومی سمجھتے تھے۔ زروشت نے ایرانیوں کے سوا ساری دنیا کو راندہ درگاہ ٹھہرا دیا تھا، بنی اسرائیل خود کو خدا کا کنبہ سمجھتے تھے۔ اور دوسری اقوام میں انبیاء کا مبعوث ہونا ان کے خیال ہی میں نہ آتا تھا۔ یہی حال عیسائیوں کا تھا۔ نیکر پیغمبر اسلام نے آکر بتایا۔ کہ رنگ و نسل اور زبان و وطن کی تفریقیں خدا کی نظر میں بے حقیقت ہیں۔ تمام قومیں اسی کی خلق کی ہوتی تھیں۔ سب کی فلاح اسے یکساں عزیز تھی، اس نے اپنے پیغمبر دنیا کے ہر گوشے میں بھیجے تھے۔ اور کوئی قوم نوہ ہدایت سے محروم نہیں رہی تھی۔

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ رَسُولٌ لِّمَن لَّدُنَّ يُبَيِّنُ لَهَا سُبُحَانَ اللَّهِ وَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا (دُخُل) ایک رسول بھیجا۔
وَرَأَى مِنْ أُمَّةٍ رَّاكُفًا (اور کوئی قوم نہیں جس میں ایک فیچھا کُفّی نہ ہو) ہٹا کر دے والا نہ آیا ہو۔
وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا بِمِثْرِ نَعْمٍ (اور ہم نے ہر قوم کو اسی قدر کی بولی الا کہ بلسانِ قُدس میں بھیجا۔ تاکہ وہ ان کو بتائے) لیس مائیں لَحْمُ

یہ سلسلہ نبوت پہلے انسان یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہو کر آخری پیغمبر یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوا۔ نبیوں کی مجموعی تعداد کا تعین مشکل ہے۔ قرآن میں بہت سے نبیوں کا تذکرہ پایا جاتا ہے، مگر یہ فہرست نمونہ کے طور پر ہے۔ اور اس میں وہی نام گنائے گئے ہیں، جن سے اہل عرب یا ان کی ہمسایہ قومیں یہود و نصاریٰ پہلے سے واقف تھے۔ بعض مسلمان مصنفین نے پیغمبروں کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار بتائی ہے۔ اور بعض نے اس سے کم، لیکن یہاں میں یقین کے ساتھ کچھ کہنا احتیاط کے خلاف ہوگا اسی طرح مختلف قوموں کی ان با عظمت ہستیوں کے نبی ہونے کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے۔ مگر ان کے نبی ہونے کا امکان ضرور ہے۔

ہم پر تمام انبیاء کا احترام فرض ہے۔ لیکن قرستی سے اکثر غماہ۔ اس سلسلہ میں اپنے پیروں کی تنگ نظری کا شکار ہو گئے ہیں۔ یہودیوں پر حضرت موسیٰ کے علاوہ کسی اور نبی کا اقرار ضروری نہیں رہا ہے ہندو تمام غیر ہندو انسانوں کو ٹھہر اور چٹال سمجھ کر بھی بہترین ہندو مانتے ہیں۔ مسیحی حلقوں میں تو گویا پیغمبرِ کرام کی تحقیر ہی ہٹائی کی پہچان بن گئی ہے، غرضیکہ عام طور پر، ایک مذہب کے ماننے والے اپنے دائرہ کے باہر کے کسی نبی کی عزت و توقیر ضروری نہیں سمجھتے ہیں۔ لیکن مسلمان ایسا نہیں کہتے ان پر تمام انبیاء کی تعظیم ویسے ہی واجب ہے۔ جیسے کہ خود اپنے نبی کی تعظیم، اور یہ نہیں چاہتا کہ وہ کچھ کو انہیں اور کچھ کو نہ مانیں

إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنُفٍ (بیشک جو لوگ اللہ اور اس کو رُسُلہ و یُرِیدُونَ اِن کے رسولوں کا انکار کرتے ہیں لَقَدْ قَدْ أَبْغَيْنَاكَ اللَّهُ وَرُسُلَهُ اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کو قُتْلُوْا لَوْ كُنْ تُمْ مَبْعُوثُونَ کے رسولوں میں فرق کریں، نَكْفُرُ بَبَعْضٍ وَكُفْرٌ بِذُنْ اور کہتے ہیں کہ ہم بعض کو مانیں گے، اَنْ يَّخَذُ ذَا لِكَ الْبَیِّنَ ذَالِكَ اور بعض کو نہیں مانیں گے، سُبْحَانَكَ اَوْ لَشَكَ لَكَ اللَّهُمَّ الْكُفْرُ اور چاہتے ہیں کہ اس کے حَقَّقْہ رَافِضِیَّہ النِّسَاء) بیچ بیچ کوئی راستہ نکالیں وہی حقیقت میں کا فر ہیں

بقول علامہ سیہان ندوی "کوئی شخص اس وقت تک محموی نہیں ہو سکتا۔ جب تک وہ موسوی، عیسیٰ، زین لے۔ اور جو شخص اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا۔ جب تک وہ دنیا کے تمام پیغمبروں کی یکساں صداقت، حقانیت، راست بازی اور محصوہیت کا اقرار نہ کرے اور یہ یقین نہ کرے۔ کہ ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے عرب کی طرح ہر قوم کو اپنی ہدایت اور رہنمائی سے سرفراز کیا ہے اور ان کا ماننا ایسا ہی ضروری ہے جیسا کہ خدا کا ماننا۔

لوقبہ مجلس ذکر ۲ (۲۵ سے آگے)

اللہ والوں کی ہر خواہش اللہ کی رضا کے لئے ہوتی ہے۔ وہ کہتے کچھ نہیں۔ دراصل جڑیں ادھر ہی سے نکلتی ہیں۔
عمد زمانہ تک صحبت اختیار کرے۔ پھر کہیں انسان

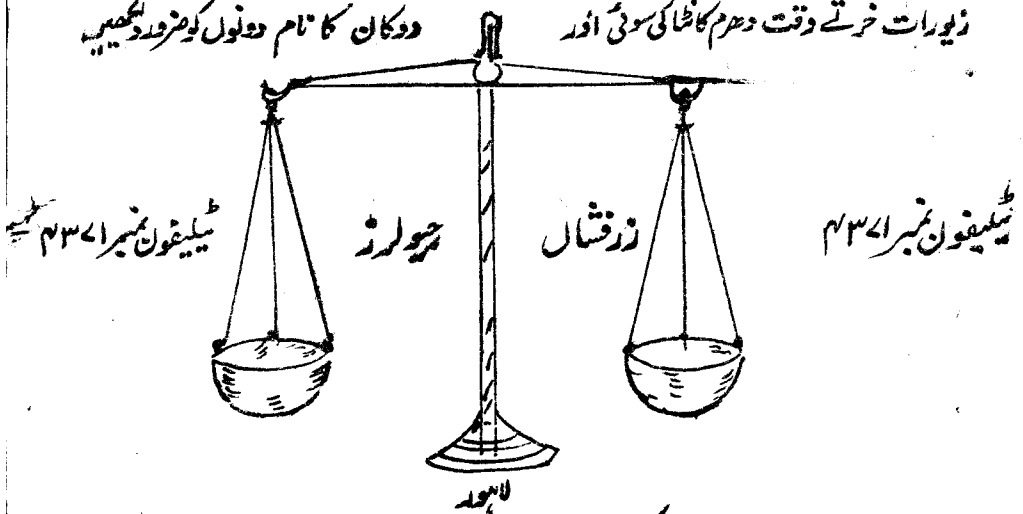
بنتا ہے۔ انسان بننا آسان ہے؟ کھلے تو صوب میں کہ ہم انسان ہیں۔ حضورؐ نے صحابہ کرام کو انسان بنایا۔ صحابہ نے تابعین اور تابعین نے تبع تابعین کو انسان بنایا۔ اب تک یہ سلسلہ چلا آ رہا ہے۔

احب الصالحین ولسہ منہم
لعل اللہ یرزقنی صالحا
حضرت امروٹی نے ایک دفعہ ایک خادم سے رات کو فرمایا کہ فلاں شخص کو ابھی جا کر پیغام دو اور راتوں رات جواب لا کر واپس دو۔ اس نے عرض کی کہ حضرت صبح جاؤں گا۔ حضرت نے جب مولانا عبدالعزیزؒ سے فرمایا تو راتوں رات گئے اور واپس جواب لا کر پیش کر دیا۔ واپسی پر حضرت نے ان سے فرمایا کہ بڑا اچھا سوچا نہیں۔ مہتاب سے انتظار میں بیٹھا ہوں پھر نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت مولانا عبدالعزیزؒ نے کچھ بتایا اور اس شخص نے کچھ گنوا یا۔ کمال کے ساتھ عقیدت۔ ادب اور اطاعت جو تو کچھ حاصل ہوتا ہے ایک دفعہ حضرت امروٹیؒ سفر پر تشریف لے گئے۔ آپ کی غیر حاضری میں کوئی آپ کی مرضی کے خلاف بات نہ گئی۔ اس پر آپ نے سب خدام کو ننگر سے نکال دیا بعض نے توبہ کی توان کو کافی عرصہ بعد واپس لے لیا حضرت دین پوریؒ کچھ نہیں فرماتے تھے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو ان باتوں کی سمجھ عطا فرمائے۔
آمین۔ ان کو سمجھنا ہر ایک کا کام نہیں
وما علیہ الا السبلا

نفس زیورات

ہمارے یہاں خالص سونے کے بہترین جڑاؤ اور پلین زیورات مقابلہ انداز ملتے ہیں اسکے علاوہ ہر طرح کے زیورات آرڈر پر تیار کئے جاتے ہیں۔
زیورات خرتے وقت دھرم کا نکالی سونی اور
دوکان کا نام دونوں کی ضرورت سمجھیں



زیورات زیورات ۳۴ کمرشل بلڈنگ دی مال۔ لاہور

اہل بیت رسول ﷺ کی اعلیٰ و ستم کی زندگی

(از مولانا شبلی نعمانی رحمہ اللہ)

افلاس سے تھائیڈہ پاک کا یہ حال! گھس گھس گئی تھیں۔ ہاتھ کی وٹوں ٹھیلیاں سیدہ پہ مشک بھر کے جو لاتی تھیں بار بار اٹ جاتا تھا لباس مہساک غبار سے آخر گئیں جناب رسول خدا کے پاس مخرم نہ تھے جو لوگ تو کچر کر سکیں نہ عرض پھر جب گئیں دوبارہ۔ تو پوچھا حضورؐ نے غیرت یہ تھی کہ اب بھی نہ کچھ منہ سو کر سکیں ارشاد یہ ہوا کہ غریبان بے وطن میں اُنکے بند بست کاغذ نہیں ہونہ جو جو مصیبتیں کہ اب اُن پر گذرتی ہیں کچھ تم سے بھی زیادہ مقدم ہے اُن کا حق خاموش ہو کے سیدیہ پاک رہ گئیں

گھر میں کوئی کینز نہ کوئی غلام تھا بچی کے پینے کا جو دن رات کام تھا گو نور سے بھرا تھا مگر نیل فام تھا جھاڑو کا مشعلہ بھی جو ہر صبح و شام تھا یہ بھی کچھ اتفاق کہ وال۔ اذن عام تھا واپس گئیں کہ پاس حیا کا مقام تھا کل کس لئے تم آئیں تھیں کیا خاص کام تھا جید نے اُن کے منہ سے کہا جو پیام تھا جن کا کہ صفیہ نبوی میں میتام تھا ہر جہت اس میں خاص مجھے اہتمام تھا میں ان کا دمہ دار ہوں میرا یہ کام تھا جن کو کہ بھوک پیاس سے سوناہام تھا حرات نہ کر سکیں کہ ادب کا مقام تھا

یوں کی ہے اہل بیتؑ نے زندگی

یہ باہر لے دئے و خیر خیر الّا نام تھا

بقیہ سید الانبیاء کی سیرۃ کے دو پہلو

احباب نے گھرا کر آپ کے اٹلے اشارہ پر ٹٹا دیے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس حسن سلوک کا ذکر قرآن حکیم ان الفاظ میں کرتا ہے۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنْتَ لَهُمْ جَوَلَوْ كُنْتَ فَظًا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ (الاحزاب: ۲۱)

ترجمہ: پس یہ اللہ کی (بڑی ہی) رحمت ہے کہ آپ ان لوگوں کے لئے نرم دل واقع ہوئے ہیں۔ اور اگر آپ سخت مزاج اور تنگ دل ہوتے تو یہ لوگ آپ کے گرد جمع نہ رہتے۔

آپ اپنے رفقاء کار کے ساتھ ہمیشہ نرمی اور محبت کا سلوک فرماتے۔ جس کی وجہ سے ان کے قلوب ہمیشہ آپ کی طرف مائل رہتے۔ وَاصْفَحْ خِذَاكَ لِمَا يُؤْمِرُ بِهِ (الحجر: ۸۸)

ترجمہ:۔ مومنوں کے لئے اپنا بازو جھکائے رکھ۔

عفو و درگزر

جب بھی آپ کے رفقاء سے غلطی سر نہ ہو جاتی آپ درگزر اور عفو سے کام لیتے۔ بحر حالات مجبوری جبکہ سزا دینا ناگزیر ہوتا۔ نہایت و پشیمانی کا اظہار کر نیوالے گنہگار آپ کے رحم و کرم سے فیضیاب ہوتے۔ قرآن حکیم کا ارشاد ہے۔

فَاَصْفَحْ وَاصْفَحْ لَعَلَّكُمْ تَهْتَفُونَ لَهُمْ وَشَاوَرْتُمْ فِي الْأَمْرِ (ال عمران: ۱۵۹)

ترجمہ:۔ پس ان (کی خطاؤں) سے درگزر فرمائیے اور ان کے لیے (اصفا و عفو) سے (مغفرت طلب فرمائیے اور (بہت سزاؤں) انہیں معاملات میں اپنا مشیر بنائیے۔

اتحاد و اتفاق

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مساعی حسنہ سے مسلمان ایک جان ہو کر رہتے۔ آپس میں گروہ گروہ ہو کر نہ رہتے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کوششوں سے اللہ تعالیٰ نے ان میں مودت و اخوت کا وہ جذبہ بے پناہ پیدا کر دیا کہ وہ ایک ایسی سیدہ بھائی ہوئی دیوار کی مانند ہو گئے۔ جسے حوادث عالم بھی متزلزل نہ کر سکتے تھے۔

وَأَقْبَضَ إِلَيْنَا يَدَيْهِمَا وَاللَّهُ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا فَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَحَدًا أَجْزَاءً فَبَيَّنَّاكُمْ فَمَا صَبَحْتُمْ بِبَيْنِهِمْ (الاحزاب: ۱۲)

ترجمہ:۔ اور سب مل جل کر اللہ کی رسی کو مضبوط

کپڑ لو۔ اور جو راہبر نہ ہو جاؤ۔ اور اللہ تنہائی کی وہ نعمت یاد کرو کہ تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن نہ بنو۔ تو اس نے تمہارے درمیان لغت ڈال دی۔ اور تم اس کے فضل و کرم سے آپس میں بھائی بھائی بن گئے۔

آپ صحابہ کو ہمیشہ اپنے اہل خانہ اور ہمسایوں سے اچھا سلوک کرنے کی تاکید فرماتے۔ آپ کا ارشاد ہے "خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لَاهِلِهِمْ"

ترجمہ: تم میں سے بہترین آدمی وہ ہے جو اپنے گھر والوں سے اچھا سلوک کرتا ہے۔

یعنی تم میں سب سے اچھا آدمی ہے جو اپنے گھر والوں سے اچھا سلوک کرتا ہے۔

تنظیم قومی

یہ اوصاف حمیدہ تھیں۔ جن کے باعث دنیا حضور علیہ السلام کے گرد شمع وار خدا ہونے کے لئے جمع ہوتی اہل عرب جو حق آتے اور آپ کی قیادت میں راہ خدا میں سعی و جدوجہد کرتے۔ جان و مال کی کوئی ایسی قربانی نہ تھی جو صاحب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نہ کرتے۔ دنیا کی کوئی مصیبت نہ تھی جو وہ لوگ بخند و پیشانی برداشت نہ کرتے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرۃ مبارک ہی تھی۔ جس سے متاثر ہو کر لوگ راہ خدا میں بخوشی جانیں خدا کرتے۔ پھر ایسے ہی لوگوں کی تعریف میں اعلان ابزدی ہوا کہ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمُ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَرَاقَاتُ إِلَيْهِ رَاغِبُونَ ط

ترجمہ:۔ اور ان لوگوں کو بشارت دیدیجئے جو مصیبت آتی ہے تو پکار اٹھتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اور ہم کو بالآخر (حکم) اسی کی طرف لوٹنا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فوات والا صفات نے قرون اول کے مسلمانوں سے جو مطالبہ کیا انہوں نے بخندہ پیشانی اسے پورا کیا۔ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں آپ نے تنظیم قومی کی جو مثال پیش کی اور ہاجرین و انصار نے اس نظام کو جس طرح چلایا اس کی مثال تاریخ انسانی پیش کرنے سے عاجز ہے۔ ایک ایک مہاجر مسلمان کو ایک انصاری مسلمان کا بھائی بنا دیا گیا اور بھائی ایسا کہ انصاری کے گھر میں اگر دو چار بیاں تھیں تو اس نے ایک اپنے لئے رکھ لی اور ایک بچے ہاجر بھائی کو دیدی۔ دوسرے کے گھر میں اگر دو بھائی تھے تو اس نے ایک اپنے لئے رکھ لیا اور دوسرے اپنے مہاجر بھائی کی نذر کر دیا۔

اس جماعت بندی سے مسلمانوں میں قوت پیدا ہوئی۔ اور وہ دنیا کی قربانی قوتوں سے مقابلہ کرنے کے قابل ہو گئے۔ جماعت میں اتفاق اور تحریک پیدا

کرنے والی قوتوں کو ملیا بیٹ کر دیا۔ اس لئے کہ اتفاق سے قوم میں انتشار اور پھر کمزوری اور بزدلی پیدا ہوتی ہے۔ جس کے بعد قوم کی تباہی کا ایک بہت ہی آسان مرحلہ باقی رہ جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرۃ مبارکہ کا یہ ایک بڑا ہی روشن پہلو ہے کہ آپ نے مسلمانوں کو تنگدستی و تنگی کا سبق دیا جس کا مطلب یہ ہے کہ زندگی کی کشمکش میں کامیابی جہد و جدوجہد سے ہی ممکن ہے۔ جہاد زندگی میں دہی بامواد و کامران رہیں گے جو اسباب جہاد سے متشک کرتے ہیں جو اپنے بازوؤں میں طاقت دلوں میں بہت اور پہلو میں ساز و سامان رکھنے والے ہیں۔ دنیا میں عزت و حکومت آزادی اور ہر طرح کا غلبہ انہیں کے لئے ہے جو جماعتیں کامیابی کے اصولوں پر کاربند نہیں۔ وہ جہاد زندگی میں نام دغا سر رہتی ہیں۔

اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی تعلیم میں اس امر پر خاص زور دیا گیا تھا کہ جو جماعتیں دنیا میں عزت و فخر کی زندگی بسر کرنا چاہیں انہیں اپنی حفاظت کا سامان ہر وقت تیار کرنا چاہئے۔

وَاعِدُوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَرِزْقٍ رَّابِطًا أَتْلِيلٍ تَرْهَبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ (الانفال: ۶۰)

ترجمہ:۔ اور دشمنوں کے لئے ہر وہ قوت جس کی تمہیں استطاعت ہو جمع رکھو جیسا کہ بندہ سے ہوئے تیار گھوڑے۔ تاکہ تم اس سے اللہ تعالیٰ کے اور اپنے دشمنوں کو ڈرا سکو۔

اس اصولی حکم کی نافرمانی کا آج یہ نتیجہ ہے۔ کہ دنیا کے مسلمان باوجود اس کے کہ ان کی تعداد متشدد ہو رہی ہے۔ اس وقت دولت و تباہی کا شکار ہو رہے ہیں۔ کثرت تعداد ان کو مہیا یہ قوموں کی دست برد سے بچانے میں کام نہیں آتی۔

اس سلسلہ میں قرآن حکیم نے اطاعت اولوالامر اور اتحاد قومی پر بڑا زور دیا ہے۔ اور مسلمانوں کو یہ بات ذہن نشین کرادی ہے کہ اولوالامر کی نافرمانی اور آپس کی بھڑک قوموں کو تباہ و برباد کر دیتی ہے۔ دلی چیزیں ہیں اس موضوع پر ایک جگہ ارشاد ہوا تھا۔ کہ

وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَاطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تَنَازَعُوا فَيَتَفَرَّقَ جُودُكُمْ (الانفال: ۲۴)

ترجمہ:۔ اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اور آپس میں جھگڑے پیدا نہ کرو۔ (اس لئے کہ ایسا کرکے) تو تم بزدل ہو جاؤ گے۔ اور تمہاری (بندگی ہوئی) ہو جائے گی۔

یعنی آپس میں جھگڑے پیدا نہ کرو اگر ایسا کرکے تو تم بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری بندگی ہوئی ہو جائے گی۔

مسلمانوں کی جماعت میں رخنہ اندازی پیدا کرنا یا اس سے علیحدگی اختیار کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ایک ناقابل معافی جرم تھا۔ یہاں تک کہ ایسا کرنے والا شخص عمر بھر مسافروں پر پڑھتا رہا ہو۔ روزے رکھنا رہا ہو پھر بھی آپ نے اسے خارج از دائرہ اسلام ہی قرار دیا۔

اب یہ بات قابل غور ہے کہ ایک جنگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی کتاب بتاتا یہ کہتی ہے کہ آپس میں اختلاف نہ پیدا کرو۔ اس لئے کہ ایسا کرنے سے تمہارے دلوں میں رنج پیدا ہوگی۔ دوسری جگہ وہی کتاب ہدایت بناتی ہے کہ جنگ احزاب میں مسلمانوں نے آپس میں اختلاف کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی خلاف ورزی کی۔ اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ جنگ میں ناکام ہوئے۔

حَتَّىٰ إِذَا فُتِنْتُمْ وَأَنَّكُمْ مَعَكُمْ
فِي الْأَمْرِ وَتَخَافُونَ
ترجمہ:- یہاں تک کہ تم بزدل ہو گئے۔ اور آپس میں جھگڑا کرنے لگے۔ ایک معاملہ میں اور نافرمان ہو گئے۔

یہ متک بالاسباب کا کیا زبردست مظاہر ہے کہ قانون الہی میدان جنگ میں کامیابی کے بعض اصول پیش کرتا ہے اور جب مسلمان ان اصولوں کو نظر انداز کرتے ہیں۔ تو باوجود اس بات کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس مسلمانوں کے درمیان موجود ہیں۔ پھر بھی وہ اس جبری طرح ہمتیں ہار کر میدان جنگ سے فرار اختیار کرتے ہیں۔ کہ پھر مر کر بھی نہیں دیکھتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح ثابت قدمی کے ساتھ اپنی جگہ پر کھڑے انھیں پکار پکار کر واپس بلا رہے ہیں۔

یہ متک بالاسباب کے قانون کی خلاف ورزی کا نتیجہ تھا۔ میدان جنگ میں اطاعت اولوالامر اور اپنے فرائض کی ادائیگی کے اندلی وادری قانون کی نظر اندازی تھی جس نے مسلمانوں کی حاصل کردہ فتح کو تبدیل بہ شکست کر دیا۔

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ سے اس چیز کا پتہ چلتا ہے کہ آپ نے اسلام اور ایمان کا اقرار کرنے والوں سے احاطہ دلوایہ کی پابندی سختی کے ساتھ کرائی اور انھیں لوگوں کو مسلمین اور مومنین کی جماعت میں شامل سمجھا جو احکام الہی کی پابندی کرتے اور حدود الہیہ سے بالاتر نہ تجاوز نہ فرماتے سچ اگر حضور علی الصلوٰۃ والسلام کے اسوۂ حسنہ کو ہم اپنے

لئے دلیل راہ سمجھتے ہیں۔ تو ہمارا فرض ہے کہ ہم زندگی کے ہر شعبہ میں آپ کے اس اسوۂ حسنہ کی پیروی کریں۔ مثال کے طور پر آپ کی لائی ہوئی تعلیم اس بات پر زور دیتی ہے کہ معاملات و نزاعات کے فیصلے مسلمانوں کو قانون شریعت کے مطابق کرنے چاہئیں۔ اور اس حد تک اس چیز پر زور دیا گیا ہے۔ کہ قانون شرعی کی پیروی کو معیار ایمان قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ سندرجہ ذیل آیت قرآنی سے پتہ چلتا ہے۔

فَلَا وَتَمَارِكُوا فِي الْأَيْدِ مِمَّنْ
يُحْكَمُونَ كَيْفَ شَاءَ شَجَرَةً
لَّا يَجِدُ وَالْحَقُّ أَنفُسِهِمْ
حَرَاجًا مِّمَّا فَضِّلَتْ
وَلْيُحْكَمُوا (التَّحْلِيْلُ ط (النساء: ۵۸)

ترجمہ:- تیرے رب کی قسم کہ دیہ لوگ (ایماندار نہیں ہو سکتے۔ جب تک کہ تجھے حاصل نہ بنائیں۔ اس چیز کے بارے میں جو ان کے بارے میں جو ان کے درمیان وجہ نزاع ہے۔ اور پھر جو کچھ تو فیصلہ دے۔ اس سے ان کے دلوں میں کوئی تنگی کا احساس بھی پیدا نہ ہو۔ اور وہ اس فیصلہ کے سامنے مرتسليم خم کر دیں۔ جیسا کہ حق ہے۔

اسی طرح سورہ مائدہ کے رکوع ۴ میں ایک ہی قسم کے الفاظ تین مرتبہ یوں دہرائے گئے ہیں:-

وَمَنْ لَّمْ يُحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ
فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ (المائدہ: ۴۷)

ترجمہ:- جو لوگ اللہ کے قانون کو چھوڑ کر فیصلے کرتے

ہیں۔ بلاشبہ وہ کافر ہیں۔
وَمَنْ لَّمْ يُحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ
فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ (المائدہ: ۵۸)

ترجمہ:- جو لوگ اللہ کے قانون کو چھوڑ کر فیصلے کرتے

ہیں۔ بلاشبہ وہ کافر ہیں۔

ان تمام آیات قرآنی سے پتہ چلتا ہے۔ کہ ایمان حدود الہیہ کی پابندی سے جو فائدہ مرتب ہو

ہیں۔ وہ افراد فروع انسانی کے لئے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کو ان سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ اگر ہم اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر علیہ الصلوٰۃ

والسلام کے اسوۂ حسنہ کو (جدید لوگ)۔ تو ہماری زندگی

ایسی ہوں گی کہ دنیا و مافیہا ہمارے قدموں پر گرے گی۔ اس جہاں کی نصیب اور آنے والی

زندگی کی برکتیں سب ہمارے لئے وقف ہو جائیں گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ

حسنہ کی پیروی سے نسل انسانی کی تمام مصیبتیں خود بخود رفع ہو جائیں گے۔ انفرادی زندگی کے

ہر شعبہ میں اصلاح اور جماعتی زندگی کے ہر طبقہ میں ترقی ہوگی۔ اس ایک اسوۂ حسنہ کی پیروی سے

دنیا کی سیاسی۔ اجتماعی۔ اقتصادی اور علمی ہر طرح کی مصائب کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اس ایک شخصیت

کبرئے کی سیرۃ کا مطالعہ ہمیں تہمتیں لگائے گا۔ کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کس طرح صحیح تعلق قائم کرنا چاہئے۔ اور

ماں باپ۔ بہن۔ بھائی۔ بیوی۔ بھول اور دوست اور

باقی صفحہ ۲۶ پر

میری اطلاع

مہفت روزہ ”خدا ام الدین“ لاہور کے منتظر

تمام خط و کتابت اور تسبیل زر

میخبر خدا ام الدین کے نام مونی چاہئے

مکالمہ لائبریری میں

خدا ام الدین

کا تازہ پرچہ
میں لائبریری احمد صاحب مسی۔ مالک شریعتی لائبریری سے
حاصل کریں
گھر پر بھی پرچہ پہنچانے کا مفقولی انتظام موجود ہے

معذرت

ہیں انشورس ہے کہ عید مبارک النبیؐ کی اہمیت کے پیش نظر ہم اس دفعہ ”دسفر نامہ پورب“ شائع نہیں کر سکے اسی وجہ سے ہمیں ”مہفتہ وار خبریں“ بھی عذت کرنی پڑیں انشاء اللہ العزیز آئندہ ہفتہ سے یہ دونوں پھر اخبار میں حسبِ طور پیش کیے جائیں گے۔ (میں)

تاریخ شہ ۱۹۲۸
تالیف: سید محمد رفیع
مکالمہ لائبریری
تاریخ شہ ۱۹۲۸
تالیف: سید محمد رفیع
مکالمہ لائبریری

بقیہ خطبہ

(۱۰ سے آگے)

اللّٰہِ عَلَّمَہُ لَقَدْ عَلَّمَہُ عَلَّمَہُ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْہُ (سورۃ العلق پارہ ۳۰)

ترجمہ :- اپنے آپ کے نام سے پڑھتے ہیں سب کو پیدا کیا انسان کو خون بستہ سے پیدا کیا۔ پڑھیے۔ اور آپ کا رب سب سے بڑھ کر کرم والا ہے جس نے قلم سے سکھایا۔ انسان کو سکھایا۔ جو وہ نہ جانتا تھا۔

پہلے ہی دن مسلمان ہو گیا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تبلیغ شروع فرمائی۔ پہلے ہی دن منہ جہ ذیل حضرت حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا (عمر ۸ سال) ابو بکر رضی اللہ عنہ (زید بن حارثہ مولیٰ)

ابو بکر کی تبلیغ کے مسلمان ہو گئے

عثمان رضی اللہ عنہ - امیر رضی اللہ عنہ - عبدالرحمن بن عوف - طلحہ رضی اللہ عنہ - سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ - ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ - عبداللہ بن بلال رضی اللہ عنہ - عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ - عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ - ابو دریدہ رضی اللہ عنہ - سائر بن عثمان رضی اللہ عنہ اور ارقم مسلمان ہوئے۔

قمر قاندہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عہدہ جلیلہ نبوت کے ملنے کے بعد ارشاد ہوتا ہے (قُمُّ قَانْدَرٍ) سورۃ المدثر رکوع ۱ پارہ ۲۹ (ترجمہ) اٹھو پھر (کافروں کو) ڈراؤ۔ اس حکم کے بعد پھر ارشاد ہوا اَوَّلُ اَنْتُمْ عَشِيرَتُکَ الْاَقْرَبُ (سورۃ الشعراء)

ترجمہ :- اور اپنے قریب تر کے رشتہ داروں کو (اللہ کے عذاب سے) ڈرایے۔ اس ارشاد الہی کی تعمیل کے لئے آپ کوہ صفا پر تشریف لے گئے۔ پھر آپ نے پکارنا شروع کیا اے نبی فہر۔ اے نبی عدی۔ قریش کے مختلف قبیلوں کو۔ یہاں تک کہ سب اکٹھے ہو گئے جو شخص خود نہیں آ سکتا تھا۔ تو اپنا کوئی نمائندہ بھیج دیتا تھا۔ تاکہ دیکھے کہ یہ بلاؤ کیسا ہے۔ پھر ابوبکر اور قریش جمع ہو گئے۔ آپ نے فرمایا۔ یہ قنادہ اگر میں اطلاع دوں۔ کہ ایک لشکر عادی میں آ رہا ہے۔ جو تم پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے۔ کیا تم میری نصیحت نہ کرو گے۔ سب نے کہا ہاں۔ ہم نے آپ کو ہمیشہ سچا ہی پایا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ میں نہیں سخت عذاب کے آگے سے پیچھے ہٹانے والا ہوں۔ (یعنی قیامت کا جو عذاب آئے والا ہے) تب ابولہب نے کہا۔ تیرے لیے بقیہ دن ہلاکت ہو۔ آیا اسی بات کے لئے تو نے ہمیں جمع کیا تھا۔ اس واقعہ پر ثبت پڑا ابی تکب و شبہ ما عثمی عنہ ما لک و ما کتب نازل ہوئی۔

قریش کی طرقت ایزادی

بعض اوقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راستہ میں کانٹے بچھائے جاتے تاکہ رات کے وقت آپ کے پاؤں میں جھنجھیں۔ گھبر کے دروازہ پر عفونتیں پھینکی جاتیں۔ ابن عمرو بن العاص کا چشم دید بیان ہے۔ کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے۔ عقبہ بن ابی معیط آیا۔ اس نے اپنی چابک کو پسیٹ کر رسی کی طرح بنا لیا اور جب حضور انور سجدہ میں گئے۔ تو چاؤ کر آپ کی گردن میں ڈال دیا۔ اور پیچ دھڑک دینے شروع کئے۔ گردن مبارک جھنجھکی مچ گئی۔ پھر بھی حضور انور اطمینان قلب سے سجدہ میں پڑے ہوئے تھے۔ اتنے میں حضرت ابو بکر صدیق تشریف لائے۔ آپ نے دھکے دے کر عقبہ کو ٹھایا۔ اور زبان سے یہ آیت بھی پڑھی :-

(اَلتَّقْلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَجِی اللّٰہُ وَرَقَدَ جَاؤَکُمْ بِالْبَیِّنَاتِ)

ترجمہ :- کیا تم ایک ایسے آدمی کو مارتے ہو اس جرم میں کہ وہ اللہ کو اپنا پروردگار کہتا ہے۔ اور تمہارے پاس روشن دلائل بھی لے کر آیا ہے۔

چند شرارت پسند آدمی ابوبکر صدیق سے لپٹ گئے۔ اور انہیں بہت زد و کوب کیا۔

مسلمانوں پر قریش کے مظالم

بلال حبشی تھے۔ اور امیہ بن خلف کے غلام تھے۔ جب امیہ کو معلوم ہوا۔ کہ وہ مسلمان ہو گئے ہیں۔ تو انھیں طرح طرح کی تکلیفیں دیا کرتا تھا۔

(۱) مکہ معظمہ کی گرم ریت پر انھیں ٹٹا دیا جاتا۔ اور گرم گرم پتھر ان کی چھاتی پر رکھ دئے جاتے۔ (۲) کبھی مشکیں بانٹ کر کھڑکیوں سے پٹا جاتا۔ (۳) گردن میں رسی ڈال کر رٹکوں کے ہاتھ میں دی جاتی۔ اور وہ مکہ معظمہ کی پہاڑیوں میں اتھیں لئے پھرتے۔ (۴) دھوپ میں سجاوٹ

باننا (۵) بھوکا رکھا جاتا (۶) حضرت عثمان کے مسلمان ہونے کی اطلاع ان کے چچا کو ہوئی تو وہ حضرت عثمان کو صف میں لپیٹ کر بازو دیتا اور نیچے سے دھواں دیتا۔ (۷) بعض صحابہ کرام کو قریشی لٹکائے یا اونٹ کے کچے چرے میں لپیٹ کر دھوپ میں پھینک دیتے تھے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم اور صبر

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طائف تبلیغ دین کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ وہاں کے لوگوں نے حضور پر کچھ پھینکی۔ آواز سے کہ اتنے پتھر مارے۔ کہ آنحضرت ہولناک ہو کر بے ہوش ہو گئے۔ پھر بھی بجائے بددعا کرنے کے یہی فرمایا۔ کہ میں ان لوگوں کی ہلاکت نہیں چاہتا۔ کیونکہ اگر یہ لوگ ایمان نہیں لائے۔ تو ممکن ہے کہ ان کی اولاد ایمان ہو جائے۔

(۲) ایک اعرابی آیا۔ اس نے آپ کی چادر کو جو موٹے کنارہ والی تھی۔ جھٹکا دیا۔ زور سے کھینچنے کے باعث حضور کی گردن پر زخم پڑ گئے۔ اس کے بعد اعرابی نے زبان سے کہا۔ محمد۔ خدا کا مال جو تمہارے پاس ہے۔ نہ بڑا ہے۔ اور میرے باپ کا ہے اس میں سے ایک شتر کا بام مجھے بھی دلاؤ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذرا سی خاموشی کے بعد فرمایا۔ مال بے شک خدا کا ہے۔ اور میں اس کا غلام ہوں۔ اور حکم فرمایا۔ ایک بار شتر جو اور ایک بار شتر کھجوریں اسے دیدی جائیں۔

(۳) احد کی جنگ میں کافروں نے رسول اللہ علیہ وسلم کے دانت مبارک توڑے آپ کے چہرہ اور سر مبارک کو زخمی کیا۔ صحابہ کرام نے عرض کی۔ کہ ان کے حق میں بودعا فرمائیے۔ آپ نے فرمایا۔ میں لعنت کرنے کے لئے بنی نہیں بنایا گیا۔ اللہ نے مجھے لوگوں کو اپنی بارگاہ میں لانے کے لئے بھیجا ہے۔ اس کے بعد یہ دعا فرمائی۔ اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے۔ وہ مجھے نہیں جانتے۔

پیارا اسلام

مکہ معظمہ کے مشہور مالدار سرشار عتبہ کو قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں مصالحت کے لئے بھیجا حضور انور کے سامنے عتبہ کی تقریر :- (باقی صفحہ ۲۷ پر)

(1941)

اے میرا دلیر دوست
 میں پرستے تباہی وادوست
 مگرانی دہی کر نکلتا ہے جو عالم کے ساتھ عامل ہی
 ہو بہت سے عالم کے عمل ہوتے ہیں
 تیسری شرط ہے کہ صاحب استقامت ہو۔
 اللہ والے فرمایا کرتے ہیں۔

کرامت صاحب کو مدت کو دیدی نہیں جاتی۔ کوئی بانی
خلافت قانونی معیار نبی کے ہاتھ پر نمایاں ہو تو مجروحہ کلامی
ہے۔ اور دلی کے ہاتھ پر ظاہر ہو تو کرامت کہلاتی ہے
مجروحہ نبی کے اختیار میں نہیں ہوتا اور کرامت دلی
کے اختیار میں نہیں ہوتی۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ
فرماتے ہیں۔ **وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ**
(ترجمہ: اے مومنان۔ جو تم کو (اللہ کے رسول سے) دیا جائے
(موجبات) اللہ کے ہاتھ میں ہے۔) استقامت صاحب
استقامت کو دیدی جاتی ہے۔ وہ دلی کو بھی صاحب
استقامت بنوایا ہے اور راست کو بھی۔ باطل کو کھانسیا
آتی ہیں۔ مگر صاحب استقامت اپنے آپ کو بھی اور
اپنے متعلقین کو بھی بچا لیتا ہے۔ ملاکانہ کی خلافت
کیٹیج کا جلسہ ہو رہا تھا حضرت امرؤی رحمتہ اللہ علیہ
بھی جلسہ میں تشریف فرما تھے۔ ٹوٹی کھنڈ سے ملا کہ
ان پر عیب ڈالنا چاہا حضرت امرؤی رحمتہ اللہ علیہ
جلالی تھا۔ اس سے فراموشی لگے کہ تم نے ہمارے
گھر کو تو آگ لگا دی اور اب میں رو نہ سکتے ہیں
دیکھو۔ یہ وہ زمانہ تھا جب سلطان ترکی جمعہ
اپنی بیگمات اور صاحبزادیوں کے اکثر بیویوں کی
قید میں تھے۔ ٹوٹی کھنڈ کو پوچھا کہ آگ لگا کر
چلے آئے اور اس سے فرمایا کہ جو تیرا راجہ چلے
کر لو۔ ہم جلسہ کرتے ہیں۔ ایک دفعہ میں حضرت امرؤی
کے حضور میں حاضر تھا۔ ایک پنجابی آیا۔ مصرت
نے اس سے پوچھا کیسے آئے ہو اس نے جواب
دیا کہ ویسے ہی آیا ہوں۔ اس سے پھر اس سے پوچھا
کہ کچھ پڑھتے ہو اس نے کہا اس نے پہلے تو نفعی
میں جو اب دیا لیکن آخر کار تسلیم کر لیا کہ کچھ
نقصی بہت آروہ جانتا ہوں حضرت آئے اس
سے فرمایا کہ میں آگ لگا رہا ہوں بیٹا ابھی

چوتھی شرط ہے کہ کمال کی صحبت میں مدت بردیرہ
کہ تربیت پاچکا ہو۔ یعنی صحبت معتمد ہوگی اتنا ہی نشیب
غزل تربیت سے واقف ہو گا۔ طیب اور ڈاکٹر کے
ساتھ فرزدی ہے کہ کچھ عرصہ کسی کے مطب میں رہ کر
(جی تربیت کر لے۔) مسیح الملک حکیم محمد اجمل خاں مرحوم کے
ہاں کئی حکیم ذیر تربیت رہتے تھے۔ وہ حکیم صاحب رحم
کے تجویز کردہ نسخہ کو بغیر پڑھتے اور نقل کر لیتے تھے
ڈاکٹروں کے ہاں بھی یہی ہوتا ہے۔ پہچان کہ کچھ
عرصہ کے لئے ہاوسِ مرحوم کی حیثیت سے کام کرنا
پڑتا ہے۔ اسی طرح طبیب صادق کے لئے فرزدی

(۱۰۵)

ہم اسے سے کیسے بڑاؤ کرنا چاہتے۔ قوم و ملت اور ملک و وطن کے کیا حقوق ہمارے ذمہ ہیں۔ عالم انسانی میں امن و امان کیسے قائم ہو سکتا ہے اور مختلف قوموں کو ایک دوسری کا گلہ کاٹنے سے کس طرح روکا جاسکتا ہے۔ اس سے عورت اور مرد کے تعلقات کی استواری کا سبق سکھایا جاسکتا ہے۔ اور اس سے سرمایہ داری اور محنت کے جھگڑے کو چھپایا جاسکتا ہے۔

اجتماعی زندگی کا نظام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ اس حقیقت کو کہ کاپیتہ بھی دیتا ہے۔ کہ جب تک اجتماعی زندگی امارت شریعہ کے اصولوں پر قائم نہ ہوگی۔ دنیا میں کوئی قابل قدر کام انجام نہیں دیا جاسکتا۔ آپ کی سیرۃ مبارکہ کا مطالعہ بتاتا ہے۔ کہ جب تک قوم میں اتحاد عمل۔ یکانیت۔ متمدن اور یک جہتی عمل پیدا نہ ہو اس وقت تک تمام کوششیں جو قومی زندگی کے مختلف شعبوں میں اصلاح کی غرض سے کی جائیں گی

سب را یکجاں جائیں گی۔ کوئی قوم اندوہی اتحاد و اتفاق کے بغیر کسی بلند مقصد کے حصول کی صحیح کوشش نہیں کر سکتی۔ اسلئے آج وقت کی سب سے بڑی ضرورت ایک ایسی جماعت کا قیام ہے جس کے افراد ایک طرف آپس میں اخوت و اتحاد اور اشتراک عمل کا بہترین نمونہ پیش کر سکیں۔ اور دوسری طرف ایک قابل امیر کی کامل اطاعت کا عملی نمونہ پیش کر سکیں۔ اور یہ چیز حسن سیرۃ محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے اتباع ہی سے پیدا ہو سکتی ہے۔ جماعت مسلمین کی تنظیم جس شخصیت کے گرد ہو سکتی ہے۔ ان اوصاف کا حامل ہونا چاہئے جن کی بنا پر ہندوکان خدا اس کی طرف کھچے آئیں۔ بلاشبہ ایسی شخصیت معصوم نہیں ہوگی۔ انسانی کمزوریاں اس میں یقیناً موجود ہوں گی۔ اس لئے ضرورت اس امر کی ہوگی۔ کہ مسلمان اپنا امیر ایسے بزرگ کو بنائیں جو باوجود ذاتی کمزوریوں کے ایک طرف تعلیم و تمدن و تاجیخ اسلام کا بہترین سمجھنے والا ہو اور دوسری طرف مغرب کی سیاسی چال بازیوں اور علمی بلند پروازیوں سے بھی پورا پورا واقف ہو جس کے

دل میں دین و ملت کا درد بھی ہو اور جس کی ذات سے ایثار و فداکاری کی توقع بھی کی جاسکتی ہو جس کا ایمان سلاطین زمان کے دبدبہ اور شوکت و سطوت سے متزلزل نہ ہو سکتا ہو۔ اور جس کے عزائم میں غیر محمدیہ و اندھکومتوں اور دشمن اسلام کا قتل و جبر و قہر کمزوری پیدا نہ کر سکے۔ جس کا علم مشکوٰۃ نبوۃ سے مستفید ہو۔ اور جس کے تفکر و تدبیر نے کتاب و سنت کی راہنمائی میں نشوونما پائی ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرۃ مبارکہ کے مطالعہ سے ہمارے اندر اگر اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کا خوف پیدا ہو جائے۔ اور ہم ایک صحیح طور پر منظم جماعتی زندگی اختیار کر لیں تو یقیناً ہم نے اسوہ حسنہ کی پیروی کے مبارک مقصد کو حاصل کر لیا۔

وَمَا تَقْصِيْكَ مِّنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيْمُ وَتَبَّ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الْحَكِيْمُ وَارْجُوْهُمَا اِنَّ الْاَحْزَادَ لَدِيْكَ الْعَالَمِيْنَ

بقیہ خطبہ جمعہ (۲۳ سے آگے)

”میرے بھتیجے محمد اگر تم اس معاملہ میں مال و دولت جمع کرنا چاہتے ہو۔ نہ ہم تمہارے لئے اتنی دولت جمع کر دیتے ہیں کہ تو مالا مال ہو جائے۔ اور اگر عزت چاہتے ہو۔ تو ہم سب تمہیں اپنا رئیس مان لیتے ہیں۔ اگر حکومت کی خواہش ہے تو ہم عرب کا بادشاہ بنا دینے کے لئے تیار ہیں۔ جو چاہو ہم ماننے کے لئے تیار ہیں۔ مگر تم اپنا یہ رویہ چھوڑ دو“ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا۔ ”تم نے جو کچھ میرے متعلق کہا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ مجھے۔ ل۔ عزت۔ دولت۔ حکومت کی ضرورت نہیں ہے۔“

حضور انور کیا چاہتے ہیں؟

دربار شاہ جہش میں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی تقریر۔ ”اے بادشاہ ہم جہالت میں مبتلا تھے۔ بتوں کو پوجتے تھے۔ نجاست میں آلودہ تھے۔ مردار کھاتے۔ بیہودہ بکا کرتے تھے ہم میں انسانیت اور سچی مہانداری کا نشان نہ تھا۔ ہم ایک کی رعایت نہ تھی۔ کوئی تاجر و قانون نہیں تھا۔ اسی حالت میں خدا نے ہم میں سے ایک بزرگ کو مبعوث کیا۔ جس کے حسب نسب سچائی۔ دیانت داری۔ تقویٰ۔ پاکیزگی سے ہم خوف و قہر تھے۔ اس نے ہم

کو توحید کی دعوت دی۔ اور سمجھایا۔ کہ اس اکیلے خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ جانیں اس نے ہمیں پتھروں کی پوجا سے روکا۔ اس نے فرمایا۔ کہ ہم سچ بولا کریں۔ وعدہ پورا کیا کریں۔ گناہوں سے بچیں۔ برائیوں سے دور رہیں۔ اس نے ہمیں حکم دیا۔ کہ نماز پڑھا کریں۔ صدقہ دیا کریں۔ اور روزے رکھا کریں۔ ہماری قوم ہم سے ان باتوں پر یکڑ بیٹھی ہے۔

آخری عرضداشت

برادران اسلام رحمۃ اللعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت پر لکھنے والوں نے بڑے بڑے ضخیم دفاتر بھی لکھے ہوئے ہیں۔ باس ہم میرا یہ عقیدہ ہے۔ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و محاسن کو کوئی شخص ضبط تحریر میں نہیں لاسکا۔ اور نہ ہی لاسکتا ہے۔ یہ چند الفاظ ہیں نے حضور انور کے متعلق عرض کئے ہیں۔ تاکہ رحمۃ اللعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام لیووں میں میرا نام بھی شامل ہو جائے۔ اور اس نسبت کی برکت سے نجات ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو صحابہ کرام حبیبی استقامت عطا فرمائے۔ اور ان کی طرح ہر معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا اللہ العالمین

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ

بقیہ افتتاحیہ

عید میلاد کا پیغام۔ (۲۳ سے آگے) رونا ہوگا۔ یہ حضور کی دنیا میں تشریف آفری کا حقیقی مقصد تھا۔ آپ نے یہ کر دکھایا۔ بس اک ان میں سوتی سستی جگادی اب بھی آپ کا پیغام (قرآن) زندہ اور آپ کی سنت زندہ۔ یہی دونوں ہمارے لئے واجب الاتباع ہیں۔ ہم بارگاہ رب العزت میں بھی دعا کرتے ہیں کہ وہ ہم کو ان دونوں کو اپنانے کی توفیق ارزانی فرمائے۔ آمین!

شرط ایمان

محمد کی محبت دین حق کی شرط اول اسی میں ہو اگر خدای تعالیٰ سب کچھ ناکمل ہے

نہ جنتک کٹ مروں میں خواجہ بیبرگ کی عزت پر خدا شاہد ہے کامل میرا ایمان ہو نہیں ہو سکتا؟ محمد مصطفیٰ کے نام پر قربان ہو جانا شریعت کا خلاصہ مغز قرآن جان ایمان

پہچان کا صفحہ

سچائی

(از عبد الحمید پور قصوسی)

سچائی کے معنی عام طور پر صرف سچ بولنے کے ہی سمجھے جاتے ہیں۔ مگر اسلام کی نگاہ میں اس کے بڑے وسیع معنی ہیں۔ سچائی زبان کی سچائی دل کی سچائی اور عمل کی سچائی۔ مثلاً زبان سے جو کچھ بولا جائے وہ سچ ہو منہ سے کوئی لفظ صداقت کے خلاف نہ نکلے یہ سچائی کی عام اور مشہور قسم ہے۔ جس کی پابندی ہر مسلمان پر فرض ہے۔ دوسری چیز ہے دل کی سچائی۔ اس حیثیت میں صدق و اخلاص دونوں ایک ہی چیز بن جاتے ہیں۔ مثلاً منافق لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار زبان سے کرتے تھے۔ مگر اس اقرار میں ان کا ضمیر شامل نہ ہوتا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ منافق جھوٹے ہیں کیونکہ ان کا اقرار دل سے نہیں ہے۔

عمل کی سچائی یہ ہے کہ جو نیک عمل ہو وہ ضمیر کے مطابق ہو۔ ریاکاری کو اس میں دخل نہ ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سچائی کو بہت بلند درجہ عطا فرمایا ہے۔ روایت ہے کہ ایک شخص حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ میں چار عیوب میں مبتلا ہوں۔ جس میں جھوٹ بھی شامل

ہے۔ حضور نے تمام عیوب کی تفصیل سن کر فرمایا کہ پہلے جھوٹ بولنا چھوڑ دو۔ بالآخر اسی ایک حکم کی تعمیل سے اس شخص کو تمام عیوب سے نجات مل گئی۔

اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کے لئے اپنی مغفرت اور اجر عظیم کے وعدے فرمائے ہیں ان میں اسلام و ایمان اور خدا کی فرمانبرداری کے بعد پیدا درجہ سچوں اور راست بازوں کو عطا فرمایا ہے۔ کلام مجید میں ہے: ”بے شک اسلام قبول کرنے والے مرد اور اسلام قبول کر نیوالی عورتیں ایمان لانے والے مرد اور عورتیں فرمانبردار مرد اور عورتیں سچے مرد اور سچی عورتیں خدا نے ان سب کے لئے مغفرت اور بڑی روزی رکھی ہے۔“

ایک شخص نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ”کیا مسلمان کم ہمت ہو سکتا ہے؟“ فرمایا: ”ہو سکتا ہے۔“ پھر پوچھا ”تجلیل بھی ہو سکتا ہے؟“ فرمایا: ”ہو سکتا ہے۔“ پھر دریافت کیا ”کیا جھوٹا بھی ہو سکتا ہے؟“ فرمایا: ”نہیں!“ اسی طرح کئی صحابہ سے

روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ مومن ہر خصلت پر پیدا ہو سکتا ہے۔ لیکن خیانت کاری اور جھوٹ پر نہیں۔ مطلب یہ کہ اس میں اور کمزوریاں ہو سکتی ہیں۔ مگر خیانت کاری اور جھوٹ اسے کسی طرح زیبا نہیں کہ یہ ایمان کے جوہر کے سراسر خلاف ہے۔

ارشاد ہوا: ”کسی بندے کا ایمان پورا نہ ہوگا۔ جب تک وہ جھوٹ کو ہر طرح سے نہ چھوڑ دے۔ یہاں تک کہ مذاق اور جھگڑے میں بھی۔“

حضرت عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں کہ ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس میں چار باتیں ہوں وہ پکا منافق ہے۔ اور جس میں ان میں سے ایک ہو اس میں منافق کی ایک نشانی پائی جاتی ہے۔ جب تک کہ وہ اسے چھوڑ نہ دے۔ وہ چار باتیں یہ ہیں کہ (۱) جب امانت اس کے سپرد ہو تو خیانت کرے۔

(۲) جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔

(۳) جب اقراء کرے تو پورا نہ کرے۔

(۴) جب جھگڑے تو حق کے خلاف کہے۔

ان احادیث سے پوری طرح ثابت ہو گیا کہ سچائی سے ایمان کی اور جھوٹ سے نفاق کی پرورش ہوتی ہے۔ حق گوئی کا اظہار اس وقت سب سے زیادہ قابل ستائش ہوتا ہے۔ جب مادی طاقت کے لحاظ سے حق کمزور اور باطل طاقت ور ہو۔ اور اسلام نے ایسی ہی قابل عزت حق گوئی کی تعلیم دی ہے۔ حضور نے فرمایا: ”

”بہترین جہاد ظالم حاکم کے سامنے انصاف کی

بات کہنا ہے۔“

اسلام میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یعنی اچھی بات کا حکم دینا اور بری بات سے منع کرنا کے جو مدارج بیان کئے گئے ہیں، ان

تار کا پتہ :- ہاڑی ستر

فون نمبر ۵۱۳۸

سٹیل

در آمد شدہ مال

آپ کے پسندیدہ برائے

پیور وول سوٹنگ - پک اینڈ پک - بڑا آئیز - گیسٹریٹ - سن پروف - ورسیٹ
بلیئر ٹیڈز فلین

برائے خواتین :-

کوٹنگ - چیک پلین اور امبوزڈ - سوٹنگ وائلا - کلائیڈیا پلین و پھولدار - گرم شالین - کٹری
سینر پلین - کبل چیک پلین اور صوف کلا تھ وغیرہ - منار چیتول - خرید فراویں
آپ کی اپنی دکان :- ہاڑی ستر ۴۷ انارکلی لاہور (دندہ ہل مسلم ہوسٹل)

نوم شدہ ۱۹۲۰

ٹیلیفون ۵۰۵۹
۵۰۵۹

سلطان فونڈری جسٹریٹ اینڈ سیلری رولنگ ملز

باداچی باغ لاہور (پاکستان)

(گورنمنٹ کے منظور شدہ ٹھیکہ دار)

الیمینٹل سٹیل اینڈ سیلری

باداچی باغ لاہور (پاکستان)
کارخانہ ترقی مصنوعات :-

I ایکٹرک ٹیل فین اے سی - ۱۶ گھورے

(II) ایکٹرک سیلنگ فین اے سی ۴۸ و ۶۶

III بیلنگ ہوپ - ردنی وغیرہ کی گتھیں بارہنے والی پتی

فینز سریا - پتی - اینگل آئرن وغیرہ

اس کارخانہ میں تیار کردہ مصنوعات حسب ذیل ہیں

I خراوشین آٹو ٹینگ ٹھڈ گنگ کبس ۸ - ۱۰ - ۱۲

II بارشی پائپ (RAIN WATER PIPE)

سائل پائپ (SOIL PIPE)

سینٹری فٹنگ (SANITARY FITTING)

مٹا بندشو - ٹیپ - مین ہول کور و جکس وغیرہ

III پاؤل کی مشین نمبر ۱ و ۲ IV بیلنہ سلطان این و چرخ

V سریا ۱/۲ تا ۱/۴ پتی ۱/۴ تا ۱/۲ ہر سائز

سلطان فونڈری جسٹریٹ لاہور کا نام اپنی مصنوعات کی پائیداری اور ان کی ارزانی کی ضمانت ہے